رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

فاروق قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۳۸ء نمبر ۷

دارالامان کی خبریں

(۱) ۲۰ رفروری سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

(۲) ۱۸ رفروری کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اعلان کے مطابق بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب افسر مساجد مقامی احمدیوں کا جلسہ ہوا۔ جس میں باتفاق رائے مسجد شہید گنج کے متعلق ہائی کورٹ کے تازہ فیصلہ کو تمام مساجد کی حرمت اور تقدس کے لئے بڑا خطرہ ظاہر کرکے آل انڈیا مسلم لیگ سے استدعا کی گئی۔ کہ وہ لیگ کا ایک خاص اجلاس جلد سے جلد منعقد کرکے مسجد شہید گنج کی واگذاری کا ایک متحدہ لائحہ عمل تجویز کرنے کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

(۳) ۱۸ رفروری کو میاں عزیز احمد کے مقدمہ میں ہائیکورٹ کے فیصلہ کے بعض ریکارڈوں کے متعلق ہماری درخواست نگرانی کی سماعت آنریبل چیف جسٹس اور آنریبل جسٹس عبدالرشید نے کی۔ ہماری طرف سے مسٹر سلیم بیرسٹر ایٹ لا بمعیت چودھری اسد اللہ خانصاحب بیرسٹر اور مصری پارٹی کی طرف سے مسٹر مارس پیش ہوئے فریقین کے دلائل سننے کے بعد فاضل ججان ہائیکورٹ نے فیصلہ محفوظ رکھا۔

(۴) مصری پارٹی کے ایک ممبر عبدالعزیز نے حال میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے خلاف زیر دفعہ ۳۱۳ تعزیرات ہند اعانت قتل کا استغاثہ ***

امانت فنڈ تحریک جدید کے فوائد

سکرٹری صاحب امانت فنڈ تحریک جدید مندرجہ ذیل ضروری اعلان کرتے ہیں۔ کہ سابقہ سہ سالہ امانت فنڈ تحریک جدید کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت نیا دور سات سال کا جنوری ۳۸ء سے شروع ہے۔ ان دنوں احباب کی طرف سے جو خطوط آرہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض احباب نے اس فنڈ کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ اور چونکہ ان کو واپسی امانت کے لئے ایک عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ یہ پسند کرتے ہیں۔ کہ آئندہ وہ امانت فنڈ کی بجائے ذاتی امانت میں روپیہ جمع کرائیں۔ تاکہ جس وقت ان کو ضرورت پڑے۔ وہ فوراً اپنی امانت واپس لے سکیں۔ یہ خیال احباب کا ایک لحاظ سے صحیح ہے۔ یعنی ذاتی امانت میں روپیہ جمع کرانے سے ان کو اپنا آرام بے شک حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے سلسلہ کے مفاد کو مقدم رکھنا ہر احمدی کا فرض اولین ہے سلسلہ کو ایسے روپیہ کی ضرورت ہے۔ جو ۳ سال تک یا اب نئے دور میں سات سال تک بطور امانت جمع رہے۔ اور دوست اسکی واپسی کا اس میعاد سے پہلے مطالبہ کریں۔ اور اس کے بعد نقد یا جائداد کی صورت میں جس طرح مفاد سلسلہ کا اقتضا ہو واپس وصول کرلیں۔ یہ فنڈ خدا کے فضل سے سلسلہ اور مرکز کے لئے بہت ہی بابرکت ہے۔ اور میں اس موقع پر احباب کی توجہ امانت فنڈ تحریک جدید کے فوائد کی طرف دوبارہ منعطف کرانی چاہتا ہوں۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

(۱) "امانت فنڈ کے ذریعے احرار کو خطرناک شکست ہوئی ہے۔ اتنی خطرناک شکست کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان کی شکست میں ۲۵ فی صدی حصہ امانت فنڈ کا ہے۔ لیکن باوجود اسقدر فائدہ حاصل ہونے کے دوستوں کا تمام روپیہ محفوظ ہے"۔

(۲) "ہم اس روپے کے ذریعے جماعت کی اقتصادی ترقی کے لئے وہ تمام کام کر سکتے ہیں۔ جو حکومتیں کیا کرتی ہیں۔ آخر حکومت تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ کہ ہم اپنی جماعت کی اصلاح اور ترقی کے لئے وہ ذرائع اختیار کر سکیں جو حکومتیں اختیار کیا کرتی ہیں۔ لیکن اگر امانت فنڈ میں کافی روپیہ آ جائے۔ تو ایسے تمام ذرائع اختیار کئے جا سکتے ہیں"۔

(۳) "امانت فنڈ کا استعمال ایسا مبارک اور اعلیٰ درجہ کا ثابت ہوا ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ اگر دس بارہ سال تک ہماری جماعت کے دوست اپنے نفسوں پر زور ڈال کر امانت فنڈ میں جمع کراتے رہیں۔ تو خدا تعالےٰ کے فضل سے قادیان اور اس کے گرد و نواح میں ہماری جماعت کی مخالفت ۹۵ فی صدی کم ہو جائے۔ اور صرف ۵ یا ۷ فی صدی رہ جائے"۔

(۴) "یہ ایک نہایت ہی اہم چیز ہے۔ جسکی طرف جماعت کو خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا تھا۔ کہ جو لوگ اس مد میں جمع کرانا چاہیں۔ وہ ایک روپیہ سے کم رقم جمع نہ کرائیں۔ اور جو ایک روپیہ بھی نہ دے سکیں۔ وہ چند آدمی مل کر جمع کرائیں۔ تاکہ ہر جماعت اس ثواب میں شامل ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں۔ جوں جوں ہماری جماعت ترقی کرتی جائے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دس بارہ لاکھ روپیہ سالانہ امانت فنڈ میں جمع ہو سکتا ہے"۔

(۵) "پس ان تمام فوائد کے ساتھ اگر یہ روپیہ جماعت کی اقتصادی حالت کو مضبوط بنا دے۔ تو کتنی بڑی فائدہ کی بات ہے۔ جماعت کے دوستوں کا روپیہ بھی محفوظ رہے گا۔ اور اقتصادی ترقی بھی ہوتی جائے گی"۔

(۶) "میں نے جو سکیمیں سوچی ہوئی ہیں۔ ان کے ماتحت اگر کسی وقت ۵-۶ لاکھ تک امانت فنڈ پہنچ جائے۔ تو ہم بغیر کسی بوجھ کے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ تمام کام کر سکتے ہیں۔ جو حکومتیں کیا کرتی ہیں"۔

(۷) "غرض یہ تحریک ایسی اہم ہے۔ کہ میں تو جب بھی تحریک جدید کے مطالبات پر غور کرتا ہوں۔ ان میں سے امانت فنڈ کی تحریک پر میں خود حیران ہو جایا کرتا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں کہ امانت فنڈ کی تحریک الہامی تحریک ہے۔ کیونکہ بغیر کسی بوجھ اور غیر معمولی چندہ کے اس فنڈ سے ایسے ایسے اہم کام ہوئے ہیں۔ کہ جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ وہ انسان کی عقل کو حیرت میں ڈال دینے والے ہیں"۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے بعد مجھے اور کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں۔ کہ جماعت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

تحریک جدید کے وعدے جلد پورے کرو

فنانشل سکریٹری صاحب تحریک جدید تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی "تحریک جدید سال چہارم" میں ہندوستان کی جماعتوں کے لئے لبیک کہنے کا وقت گزر چکا ہے۔ احباب کو معلوم ہے۔ کہ یہ چندہ طوعی اور اختیاری ہے۔ مگر جس قدر جلدی ادا ہو جاوے۔ اسی قدر زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ پس زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ احباب اپنے وعدوں کو جلد تر پورا کریں۔ تا ان کو زیادہ ثواب ملے۔ جن دوستوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ دسمبر یا جنوری میں ادا کر دیں گے۔ مگر کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکے۔ انہیں اپنا چندہ اس ماہ میں ادا کر دینا چاہیئے۔ تا ان کا وعدہ پورا ہو جائے۔ اور فروری میں ادا کرنے والے احباب بھی ادا کرنے کی فکر کریں۔ جس دوستوں نے قسط وار ماہوار ادا کرنا ہے وہ بھی گذشتہ قسط اگر ان پر واجب ہے۔ ادا کریں۔ اور اپنی قسط ماہ بماہ ادا کرتے جائیں تا زیادہ قسطیں جمع ہو کر انہیں بوجھ محسوس نہ ہو۔ پس سال چہارم کے وعدے جلد سے جلد ادا کرنے کی طرف مخلصین کو توجہ کرنی چاہیئے۔

اس سال پہلا یوم التبلیغ ۶ مارچ ۱۹۳۸ء کو ہوگا

ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ اعلان فرماتے ہیں کہ:۔ امسال غیر مسلم اصحاب میں تبلیغ اسلام کے لئے ۶ مارچ ۱۹۳۸ء اتوار کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ احباب کو ابھی سے اس کے لئے تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ ہر مقام کی احمدی جماعت کو اپنے اپنے مقام کے مناسب پروگرام تجویز کر کے اس پر عمل کرنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ تبلیغ اسلام نہایت احسن اور عمدہ طریق سے کی جائے۔ تبلیغی گفتگو میں کسی کی دلآزاری کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر کوئی درشتی اور سختی سے بھی پیش آئے۔ تو اسے برداشت کرنا چاہیئے۔

ایک ڈاکٹر اور ایک جے وی مدرس کی ضرورت

ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ فرماتے ہیں۔ کہ:۔ ایک مقام میں خاص تبلیغی اغراض کے لئے ایک جے۔ وی مدرس کی آنریری خدمات کی ایک سال کے لئے ضرورت ہے۔ جو احباب یہ خدمت سرانجام دے کر ثواب حاصل کرنا چاہیں۔ وہ اپنے نام معہ مدت کہ کتنا عرصہ وہ آنریری کام کر سکیں گے۔ جلد تحریر فرمائیں۔

اسی طرح ایک ڈاکٹر کی ایک سال کے لئے ضرورت ہے۔ جو ڈاکٹر صاحبان اپنی خدمات آنریری طور پر دے سکیں۔ وہ اپنے نام معہ مدت سے جلد مطلع فرمائیں۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی رخصت کے ایام صرف کر کے ثواب حاصل کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ احباب اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

سال ۱۹۳۹-۳۸ء کے فارم تشخیص

ناظر صاحب بیت المال تمام انجمنہائے احمدیہ کے اطلاع کے لئے اعلان کرتے ہیں۔ کہ:۔ فارم تشخیص آمد بابت سال ۱۹۳۹-۳۸ء جماعتوں کو بھیجے جا چکے ہیں:۔ آخری تاریخ دفتر ہذا میں واپس پہنچنے کی ۲۸ فروری ۱۹۳۸ء مقرر ہے۔ لہذا عہدیداران جماعتہائے احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ تاریخ مقررہ تک ضرور پہنچا دیں۔

(۲) فارم تشخیص کا خانہ نمبر ۱۸ (بقایا سابقہ) خالی چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اسکی خانہ پری ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء کے بعد ہوگی۔ اس لئے اسکی خانہ پری کی بجائے ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء تک کے بقایا داروں کی فہرست ۱۵ مئی تک ارسال فرمائیں۔

ڈاکٹر سید شاہ عالم کی معافی

ناظر صاحب امور عامہ احباب کی اطلاع کیلئے اعلان کرتے ہیں۔ کہ:۔ ڈاکٹر سید شاہ عالم صاحب کو جو کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ سے خارج تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے ازراہ کرم معاف فرما دیا ہے۔

خلافت جوبلی فنڈ کے متعلق جدوجہد

ناظر صاحب بیت المال مندرجہ عنوان فنڈ کے متعلق احباب کو خاص توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ:۔ خلافت جوبلی فنڈ کے لئے کم از کم تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہے۔ جسے جماعت نے آخر مارچ ۱۹۳۹ء تک پورا کرنا ہے۔ یہ رقم جماعتوں کے چندہ عام سے تقریباً ڈیوڑھی ہے۔ اور اتنی بڑی رقم کی فراہمی کے لئے خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہماری معمولی جدوجہد کافی نہ ہوگی۔ اس لئے درخواست ہے۔ کہ اس کے لئے غیر معمولی طور پر کوشش کی جائے۔ سب سے اول جوبلی فنڈ کے وعدوں کی فہرستیں مکمل کر کے آخر فروری ۱۹۳۸ء تک دفتر ہذا میں بھجوائی جائیں۔ اور کوشش ایسی ہو۔ کہ ہر ایک فرد جماعت سے (خواہ مرد ہو یا عورت) کافی رقم کا وعدہ لیا جائے۔ اور کوئی بھی فہرست میں درج ہونے سے نہ رہ جائے۔ اس کے بعد احباب کے وعدہ کے مطابق پوری کوشش اور اہتمام سے وصولی کی جائے۔ تا آخر مارچ ۱۹۳۹ء تک یہ رقم بطور شکرانہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کی جا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات کے متعلق نہایت اعلیٰ تجویز

ناظر صاحب تالیف و تصنیف مندرجہ ذیل ایک اہم تجویز کو احباب کی اطلاع کے لئے شائع کرتے ہیں:۔

مرور زمانہ کی وجہ سے یہ اندیشہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات میں اختلاف اور اشتباہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور بعض اشیا دانستہ یا نادانستہ طور پر حضور علیہ السلام کی طرف منسوب نہ کی جانے لگیں۔ اس لئے نظارت ہذا کی تجویز ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے تمام تبرکات کی ایک مستند فہرست تیار کر کے اسے اخبار میں شائع کر دیا جائے۔

پس تمام ایسے احباب جن کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی تبرکات ہوں وہ فوراً ان کی ایک فہرست بنا کر نظارت ہذا میں ارسال فرمائیں۔ اس فہرست میں ذریعہ حصول وغیرہ بھی بیان کیا جائے۔ کہ کس طرح اور کس شخص کے ذریعہ سے انہیں یہ چیز ملی۔ اس کے ساتھ اگر کوئی گواہی ہو۔ تو وہ بھی تحریر کی جائے۔ وہ لوگ جو صحابی نہیں ہیں۔ اور ان کے پاس بھی حضور علیہ السلام کا کوئی تبرک ہے۔ ان کے لئے گواہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

فہرست کی تیاری میں مندرجہ ذیل امور ملحوظ رکھے جانے ضروری ہیں:۔

نمبر شمار۔ تفصیل تبرک۔ ذریعہ حصول۔ زمانہ حصول۔ ثبوت صحت۔ کیفیت۔

زیر طبی کالم

سوال نمبر ۱۔ محمد یوسف صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ لدہروں (کشمیر) لکھتے ہیں۔ کہ ان کے بڑے بھائی منشی نورالدین صاحب احمدی پانچ ماہ سے بعارضہ ورم شکم مبتلا ہیں۔ ڈاکٹری اور یونانی علاج ہو کئے گئے۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور مرض لاعلاج ثابت ہو رہا ہے۔ اگر ہمارے اطباء اور ڈاکٹر صاحبان کوئی آسان اور مفید نسخہ تجویز فرمائیں تو شکریہ ہے۔ اور ساتھ ہی تمام ناظرین فاروق سے درخواست دعا ہے۔ کہ احباب جماعت توجہ سے دعا فرماویں۔ تو خداوند کریم شفا بخشنے پر قادر ہے۔

سوال نمبر ۲۔ مکرم حافظ نور الٰہی صاحب رحیم یارخان سے ڈاکٹر۔ اطباء و حکماء سلسلہ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کی اہلیہ صاحبہ جن کی عمر ۴۰ سال کے قریب ہے تین چار ماہ سے کھانسی اور دمہ میں مبتلا ہے۔ تھوڑا تھوڑا بخار بھی رہتا ہے۔ جسم لاغر اور کمزور ہو گیا ہے بلغم میں خون وغیرہ کوئی نہیں۔ پہلے تین ماہ انگریزی علاج باقاعدہ کیا ہے۔ ایک ماہ سے یونانی علاج شروع ہے۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اگر کوئی دوست اس کا مجرب علاج جانتے ہوں۔ تو دریغ نہ فرماویں اور اجر عظیم پاویں۔

رشتہ مطلوب ہے

میاں غلام رسول دھوبی احمدی کے واسطے جسکی عمر ۱۶ سال ہے۔ ساتویں جماعت تک تعلیم پائی ہے۔ گوجرہ میں دھوبی کا کام کرتا ہے۔ دھوبی کے کام میں ماہر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا درس بھی دیتا ہے۔ علاقہ لائل پور میں کوئی احمدی دھوبی نہیں ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ خواہشمند میاں نور الدین صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ چک نمبر ۳۶۱ ج ب ڈاکخانہ خاص براستہ گوجرہ سے خط و کتابت کریں۔ یہ لڑکے کے دادا ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۳۸ء | نمبر ۷

خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ فروری ۱۹۳۸ء

(۱) سادہ زندگی (۲) ایک کھانا کھانا (۳) نئی زیور نہ بنوانا

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

تحریک جدید کے متعلق بعض دوستوں کی طرف سے مجھے خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ کہ اسکی جو دوسری مدات تھیں۔ آیا وہ اب تک جاری ہیں یا نہیں۔ سو میں اس بارے میں آج بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

سب سے اول تو یہ بات سوچنے والی ہے۔ کہ

اچھی بات آیا وقتی ہوا کرتی ہے یا دائمی

ایک باتیں صداقت کی ایسی ہوتی ہیں۔ جو دائمی ہوتی ہیں۔ ان دائمی صداقتوں کو کبھی بھی ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کسی وقت ان میں کسی قسم کی سہولت روا رکھی جائے۔ تو وہ سہولت وقتی ہوگی اور جب کبھی تبدیلی ہوگی۔ اس سہولت کے دور کرنے میں ہوگی۔ نہ کہ اصل چیز کے دور کرنے میں مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے شروع زمانہ میں چونکہ عرب میں رواج تھا۔ کہ لوگ

گدھے کا گوشت

بھی کھالیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس میں دخل نہ دیا۔ لیکن بعد میں جا کر آپ نے اس سے روک دیا۔ درحقیقت گدھا اپنی اخلاقی حالت کے لحاظ سے شروع سے ہی دوسرے ممنوع جانوروں سے مشابہت رکھتا تھا۔ مگر وقتی ضرورتوں اور لوگوں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے ابتداء میں اس میں دخل نہ دیا۔ یا

متعہ کے بارے میں

آپ نے شروع میں کوئی حکم نہ دیا۔ لیکن دوسرے وقت میں جا کر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ تو جو چیزیں اپنے اندر کوئی برائی یا عیب رکھتی ہیں۔ ان میں اگر کسی وقت کوئی سہولت دی جاتی ہے۔ تو وہ سہولت عارضی ہوتی ہے۔ اصل حکم عارضی نہیں ہوتا۔ مثلاً تحریک جدید ہے۔ اس میں ایک ہدایت یہ تھی۔ کہ سادہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اب یہ غور کرنا چاہیئے۔ کہ آیا سادہ زندگی اسلام کا کوئی اصل ہے یا ضرورت کے مطابق اسکی ہدایت دی جاتی ہے۔ اگر اصل اسلامی تعلیم یہ ہو۔ کہ انسان کو خوب عیاشانہ طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ تو

سادہ زندگی کا حکم

عارضی سمجھا جائے گا۔ اور یہ سوال ہر وقت کیا جا سکے گا۔ کہ اب اس ہدایت پر عمل ترک کر دیا جائے یا نہ کیا جائے۔ لیکن اگر اسلام کی اصل تعلیم سادہ زندگی کی ہو۔ تو پھر اس حکم کے متعلق یہ سوال نہیں ہوگا۔ کہ یہ عارضی ہے۔ اسے واپس لے لیا جائے بلکہ یہ سوال ہوگا۔ کہ اس حکم کو کامل طور پر جاری کرنے میں اگر کوئی روک تھی۔ تو اس روک کو کب دور کیا جائے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے بطور شریعت سادہ زندگی کی کوئی تعریف نہیں کی اسلام نے بطور اصول یہ تو بتایا ہے۔ کہ سادہ زندگی اختیار کرو۔ مگر یہ تعریف نہیں کی۔ کہ سادہ زندگی کس کو کہتے ہیں۔ پس یہ بحث تو کی جا سکتی ہے۔ اور ہر وقت کی جا سکتی ہے۔ کہ سادہ زندگی کی تعریف کیا ہے۔ اور آیا فلاں احکام جو سادہ زندگی اختیار کرنے کے ضمن میں دیئے گئے ہیں۔ وہ سادہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے۔ یا بعض افراد یا بعض قومیں آپس میں مل کر فیصلہ کر لیں۔ کہ فلاں بات بھی سادہ زندگی کے اصول میں شامل کر لینی چاہیئے۔ لیکن اصولی طور پر اس بات پر بحث نہیں ہو سکتی۔ کہ آیا سادہ زندگی اختیار کرنی چاہیئے یا نہیں۔ کیونکہ یہ خالص اسلام کا حکم ہے۔ اور قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بیسیوں احکام اس معاملہ میں موجود ہیں۔ جو

ہمارے لئے خضر راہ اور ہدایت نامہ

ہیں۔ اور پھر ہماری عقل بھی ہماری اسی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اگر ہم نے دنیا میں اس اسلامی تہذیب کو قائم کرنا ہے۔ جو اس دنیا میں بھی اسی طرح بنی نوع انسان کے لئے بہشت کھینچ کر لاتی ہے۔ جس طرح اگلے جہان میں بہشت ہے۔ تو لازماً اس معاملہ میں آہستہ آہستہ ہمیں بعض اور قیود بھی بڑھانی پڑیں گی۔ یہاں تک کہ اسلام کے منشاء کے مطابق سادہ زندگی کی روح دنیا میں قائم ہو جائے۔ بے شک ایک کھانا کھانا چاہیئے۔ یا زیادہ کی بھی اجازت ہو۔ یہ خود اپنی ذات میں پورے طور پر سادہ زندگی کے مفہوم کو ادا کرنے والے نہیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت سے یہی ثابت ہے۔ کہ آپ ایک کھانا کھانے پر اکتفا کیا کرتے تھے الا ماشاء اللہ خاص دعوتوں یا عیدین کے موقع پر آپ نے ایک سے زائد کھانے کھالئے تو یہ اور بات ہے۔ چنانچہ ان قیود سے عیدوں کو میں نے پہلے ہی مستثنےٰ کر دیا تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے جب یہ سوال پیش ہوا۔ تو آپ نے عیدین کے متعلق فرمایا۔ یہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کے دن رکھے ہیں۔ تو میں نے سادہ طعام کے متعلق جو ہدایت دی تھی۔ اس میں یہ اصول مقرر کیا تھا۔ کہ عیدوں پر ایک سے زائد کھانا کھانے کی اجازت ہے۔ ہاں لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق پھر بھی سادگی کو مدنظر رکھیں کیونکہ جب سادہ زندگی اصل کے طور پر ہے۔ تو اس میں وسعت پیدا کرتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

ہمارے پنجاب میں اچھی اچھی دعوتوں کے موقع پر صرف چار پانچ کھانوں پر لوگ کفایت کرتے ہیں۔ لیکن انگریزوں میں جہازوں اور ہوٹلوں میں عام کھانے ہی سات آٹھ پکتے ہیں۔ اور ان کے رات کے ڈنر میں تو پندرہ پندرہ سولہ سولہ کھانے ہوتے ہیں۔ گو وہ سارے پکے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ بعض کھانے چٹنیوں کی قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بہت سے کھانے پکتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے ہندوستان کے ہی بعض گوشوں میں مہمان نوازی کی تعریف یہ سمجھی جاتی ہے۔ کہ تیس تیس چالیس چالیس کھانے پکائے جائیں۔

مجھے اپنی عمر میں صرف ایک دفعہ ایسی دعوت میں شریک ہونے کا موقعہ ملا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے وقت کی بات ہے۔ کہ ہم بعض دوست ایک وفد کی صورت میں ہندوستان کے بعض مختلف مدارس دیکھنے کے لئے گئے۔ جب دورہ کرتے ہوئے ہم ایک شہر میں پہنچے۔ تو وہاں ایک پرانی وضع کے نہایت مخلص احمدی تھے۔ انہوں نے میرے آنے کی خوشی میں دعوت کی اور اس خیال سے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔ میرے اعزاز میں انہوں نے بہت سے کھانے پکائے۔ میں نے وہ کھانے گنے تو نہیں۔ مگر یہ مجھے یاد ہے۔ کہ جو کھانے میرے دائیں بائیں رکھے گئے تھے۔ وہ اتنے تھے کہ اگر میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا بھی دیتا۔ تو وہ دائیں بائیں کی طشتریوں کو نہیں ڈھانپ سکتے تھے۔ اور جو میرے سامنے کھانے پڑے تھے۔ وہ اتنے زیادہ تھے۔ کہ اگر میں لیٹ بھی جاتا۔ تب بھی بعض کھانے دور رہ جاتے۔ میں نے جب اس قدر کھانے پکے ہوئے دیکھے۔ تو ایک دوست سے میں نے کہا۔ کہ یہ کیا بات ہے؟ اتنے کھانے انہوں نے کیوں تیار کئے ہیں۔ اس پر اس نے چپکے سے میرے کان میں کہا۔ کہ آپ اس امر کا یہاں ذکر نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح ان کی دل شکنی ہوگی۔ یہاں یہ رواج ہے۔ کہ جب کسی کے اعزاز میں دعوت کی جاتی ہے۔ تو خاص طور پر بہت زیادہ کھانے پکائے جاتے ہیں۔ پس جو کھانا آپ نے کھانا ہے۔ کھالیں۔ لیکن کہیں نہیں۔ اب یہ بھی

دعوت کا ایک طریق

ہے۔ تو زیادتی میں بھی سادگی کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک سے زائد کھانے کے معنے دو بھی ہو سکتے ہیں۔ تین بھی ہو سکتے ہیں۔ دس بھی ہو سکتے ہیں۔ بیس بھی۔ پس ہمیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ سادگی اصل حکم ہے۔ اور تَرَفُّہ ایک عارضی اجازت اور عارضی اجازت ہر حالت میں اصل حکم کے تابع رہنی چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ ایک امیر میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ مولوی صاحب! ہاضمہ کی کوئی اچھی سی دوائی مجھے دیں۔ تا کہ میں کھانا پیٹ بھر کر کھا سکوں۔ میری یہ حالت ہے۔ کہ بس لقمہ دو لقمے کھاتا ہوں۔ اور پیٹ بھر جاتا ہے۔ آپ فرماتے کہ ایک دن مجھے اس امیر کے دسترخوان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا۔ کہ کھانے کی چالیس پچاس طشتریاں اس کے سامنے آئیں۔ اس نے ہر تھالی میں سے ایک دو لقمے لئے اور چکھا کہ ان سب میں سے اچھا کھانا کونسا ہے۔ پھر دو چار کھانے جو اسے پسند آئے۔ وہ اس نے الگ کر لئے۔ اور ان میں سے تھوڑے سے لقمے لینے کے بعد کہنے لگا۔ دیکھئے، مولوی صاحب اب بالکل کھایا نہیں جاتا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ فرماتے تھے۔ کہ میں نے اسے کہا۔ یہ کوئی بیماری نہیں۔ کیونکہ جو چکھنے کے لقمے ہیں۔ وہ بھی تو آپ کے معدہ میں ہی گئے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی تندرست آدمی نہیں کھا سکتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس میں اس بارے میں جہاں پھر سادگی کی تاکید کرتا ہوں۔ وہاں میں بعض دوستوں کی متواتر تحریک پر دو استثنےٰ بھی کر دیتا ہوں۔ ایک تو عیدوں کی طرح میں جمعہ کا استثنیٰ بھی کرتا ہوں۔ اور اس دن ایک سے زائد کھانا کھانے کی لوگوں کو اجازت دیتا ہوں۔ مگر اسی حد تک۔ کہ اگر اس دن کوئی دوسرا کھانا کھائے۔ تو جائز ہوگا۔ یہ نہیں کہ ضرور اس دن ایک سے زائد کھانے پکائے جائیں۔ اور اس استثنیٰ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس دن کئی کئی کھانے پکنے لگ جائیں۔ پس جمعہ کا میں استثنیٰ کرتا ہوں۔ اور اس دن دو کھانوں کی اجازت دیتا ہوں۔ کیونکہ جمعہ کے متعلق بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ہماری عید ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ چھٹیوں کے دنوں میں چونکہ رشتہ دار وغیرہ جمع ہوتے ہیں۔ اور ان کی

خاص طور پر خاطر مدارت

کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے چھٹی کے دن بھی اس قید کو اڑا دیا جائے۔ میرے لئے یہ سوال مشکل پیدا کر رہا ہے۔ کہ میں اتوار کو چھٹی قرار دوں یا جمعہ کو۔ کیونکہ اصل سوال یہ ہے۔ کہ چونکہ چھٹی کے دن رشتہ دار ایک دوسرے کے ہاں ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے اس خوشی کے موقعہ پر کسی قدر خاطر مدارات کے لئے یہ اجازت ہونی چاہیئے۔ کہ ایک سے زائد کھانے پکائے جائیں۔ اب ایک طرف چونکہ سرکاری دفاتر میں اتوار کو چھٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اس اجازت کے ماتحت اتوار کو مستثنےٰ کرنا چاہیئے۔ لیکن دوسری طرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے لئے عید کا لفظ فرمایا ہے۔ اس لئے اس رخصت کا حق دار وہ دن ہے۔ اگر شریعت اور موجودہ حالات کا لحاظ رکھا جائے تو ہفتہ میں دو دن مستثنیٰ کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن

ہفتہ میں دو دن کا استثنیٰ

بہت زیادہ ہے۔ اور اس طرح سہولت بہت وسیع ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے یہی مناسب سمجھا ہے کہ ہم چھٹی کا دن جمعہ کو ہی قرار دیں۔ گو عملاً ہمارے ملک میں جمعہ کے دن چھٹی نہیں ہوتی۔ لیکن زمیندار۔ تاجر اور جو لوگ ایسی جگہوں میں ملازم ہیں۔ جہاں جمعہ کے دن چھٹی ملتی ہے۔ اب بھی جمعہ کو چھٹی کرتے ہیں۔ اور کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ جنہیں اتوار کو چھٹی ملتی ہے۔ وہ بھی اگر چاہیں تو اس بات کی عادت ڈال سکتے ہیں۔ کہ اتوار کو اپنے آرام کا وقت رکھ لیں۔ اور جمعہ کی شام کو اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے رشتہ داروں سے مل لیں۔ گویا رشتہ داروں کی ملاقات کا وقت بجائے اتوار کے جمعہ کی شام کو رکھا جائے۔ اس طرح جمعہ کے استثنیٰ سے فائدہ اٹھا کر وہ ان کی خاطر مدارات کے لئے ایک سے زائد کھانا تیار کر سکتے ہیں۔

غرض شرعی مسئلہ چونکہ جمعہ کی تائید میں ہے۔ اس لئے میرا میلان طبع اسی طرف ہے۔ کہ بجائے اتوار کے جمعہ کو مستثنیٰ کیا جائے بعد میں اگر دوست اس میں کوئی مشکلات دیکھیں تو وہ بتا سکتے ہیں۔ اور اس پر ہر وقت غور کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال میں

جمعہ کا استثنےٰ

کرتا ہوں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہر جمعہ کو ضرور ایک سے زائد کھانے پکائے جائیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ اگر کوئی ایسی تقریب ہو۔ جب رشتہ دار۔ یا دوست احباب جمع ہوں۔ یا کوئی مہمان آئے ہوئے ہوں۔ تو ان کی خاطر اگر دو کھانے پکا لئے جائیں۔ تو جائز ہوگا۔

اس استثنےٰ کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ بہت سے دوستوں نے شکایت کی ہے۔ کہ ہمارے پنجاب اور ہندوستان میں چاول نیم غذا ہے۔ جس کا کبھی کبھی کھانا صحت کے لحاظ سے اور ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے ضروری ہوتا ہے۔ مگر اس حکم سے کہ ایک کھانا کھایا جائے۔ ہم چاول کو بالکل ترک کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کیونکہ صرف چاول کھانے کی عادت نہیں ہوتی۔ اور روٹی سالن کے علاوہ اگر چاول کھائیں۔ تو دو کھانے ہو جاتے ہیں۔ پس ایک کھانا کھانے کی وجہ سے یہ جو دقت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ لوگ روٹی ہی کھاتے تھے۔ چاول نہیں کھا سکتے تھے۔ حالانکہ چاولوں کا کبھی کبھی کھانا ہماری ملکی آب و ہوا کے لحاظ سے ضروری ہے۔ اس استثنےٰ سے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ جو شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک کھانا کھانے کا حکم دیکر چاول کی غذا بالکل بند کر دی گئی ہے۔ انہیں اطمینان ہو جائے گا۔ اور وہ جمعہ کے دن حسب خواہش روٹی کے علاوہ چاول بھی کھا سکیں گے۔

دوسرا استثنےٰ

جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ دعوتوں کے موقعہ پر میں نے پہلے یہ شرط رکھی تھی۔ کہ اگر اپنا ہی کوئی احمدی دوست مہمان ہو۔ تو دسترخوان پر میزبان صرف ایک ہی کھانا کھائے۔ لیکن اگر کوئی غیر مہمان ہو۔ تو اس کے ساتھ ایک سے زائد کھانے کھا سکتا ہے۔ اس کے متعلق بعض نے شکایت کی ہے۔ کہ یہ پابندی بہت مشکلات پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ جب مہمان دو کھانے کھا رہا ہو۔ اور ہم صرف ایک ہی کھانا کھائیں تو یہ امر مہمان پر بہت شاق گزرتا ہے۔

پس آئندہ کے لئے میں اس پابندی کو بھی دور کرتا ہوں۔ اور اس امر کی اجازت دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی ایسا مہمان ہو۔ جس کے لئے ایک سے زائد کھانے پکائے گئے ہوں۔ تو اس صورت میں خود بھی دو کھانے کھانے جائز ہوں گے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ کوئی غیر مہمان ہو۔ یہ نہ ہو۔ کہ اپنے ہی رشتہ دار بغیر کسی خاص تقریب کے اکٹھے ہوں۔ اور ان کے لئے (جمعہ کے استثنیٰ کے علاوہ) ایک سے زائد کھانے تیار کر لئے جائیں۔ اور خود بھی دو دو کھانے کھا لئے جائیں۔

غرض میری یہ اجازت اس حالت کے لئے ہے۔ جب غیر لوگ مہمان ہوں۔ یا اپنے عزیزوں کی خاص دعوت ہو۔ میں سمجھتا ہوں۔

اس سے زیادہ کوئی اور سہولت

دینا سوائے تکلف کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ مثلاً اگر مہمان کے لئے تین چار کھانے پکائے جائیں۔ تو میزبان کو مہمان کے ساتھ سب کھانے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اسے زیادہ سے زیادہ دو کھانے کھانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اور اگر یہ ان کھانوں میں سے دو کھانے کھا لیگا تو مہمان کو یہ اصرار نہیں ہوگا۔ کہ ضرور تین کھانے کھاؤ۔ مہمان کی طرف سے اسی وقت اصرار ہوتا ہے۔ جب یہ صرف ایک کھانا کھاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں یہ عام دستور ہے۔ کہ روٹی سالن ایک کھانا سمجھا جاتا ہے۔ اور چاول دوسرا کھانا۔ اب جب یہ صرف روٹی سالن پر اکتفا کرتا ہے۔ اور چاول نہیں کھاتا۔ تو مہمان کو یہ بات چبھتی ہے۔ لیکن اگر یہ روٹی سالن بھی کھائے اور چاول بھی کھائے۔ تو مہمان یہ اصرار نہیں کرے گا۔ کہ اب ضرور فلاں چیز بھی کھاؤ۔ کیونکہ وہ خیال کرے گا۔ کہ جو چیز اسے پسند تھی۔ اس نے کھا لی۔ اگر فلاں چیز یہ نہیں کھانا چاہتا۔ تو نہ کھائے۔ پس چونکہ صرف روٹی سالن کھانے سے ایک امتیاز معلوم ہوتا ہے۔ اور مہمان کو یہ بات چبھتی ہے۔ اس لئے دوسرا کھانا کھانے کی بھی اجازت ہے۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں مہمان پر اس کا طریق عمل گراں نہیں گزرے گا۔ کیونکہ جب مثلاً دسترخوان پر دو سالن ہوں گے۔ اور یہ صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ تو وہ خیال کرے گا۔ کہ اس نے ایک سالن تو استعمال کر لیا دوسرا نہیں کیا۔ تو نہ کرے۔ کیونکہ ایک سالن دوسرے سالن کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے ملک میں روٹی چاول کا قائم مقام نہیں سمجھی جاتی۔ اس لئے مہمان کو یہ امر چبھتا ہے۔ کہ میزبان نے مثلاً خالی چاول کھائے ہیں۔ یا صرف روٹی کھائی ہے۔ اور اسے بھی دوسری اشیاء استعمال کرنے میں حجاب ہوتا ہے۔ ہاں

ایک اور استثنےٰ

میں گذشتہ سالوں میں کر چکا ہوں۔ وہ قائم ہے۔ اور وہ رسمی یا حکام کی دعوتوں کے متعلق ہے ایسی دعوتوں میں ایک سے زیادہ کھانے کھانا یا کھلانا جو ملک کے رواج کے مطابق ضروری ہوں جائز رکھا گیا تھا۔ اور اب بھی جائز ہے۔ بعض ملکوں میں جیسے

بنگال اور بہار کے علاقے

ہیں۔ چاولوں کے ساتھ ایک پتلی دال پکاتے ہیں۔ جس کی غرض محض چاولوں کو گیلا کرنا ہوتی ہے اسکی اجازت میں پچھلے دَور میں دے چکا ہوں۔ اور اس دَور میں پھر اسکو دہرا دیتا ہوں۔ کہ جن علاقوں میں یہ رواج ہے۔ کہ تھوڑا سا خشک سالن وہ چاولوں کے ساتھ استعمال کرنے کے لئے الگ پکاتے ہیں۔ اور ایک پتلی دال جو بالکل پانی کی طرح ہوتی ہے۔ الگ پکاتے ہیں۔ تاکہ چاول گیلے ہو کر آسانی سے ہضم ہو سکیں۔ انہیں پتلی دال استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ یہ پتلی دال وہاں غذا نہیں سمجھی جاتی۔ بلکہ غذا صرف خشک سالن اور چاول ہوتی ہے۔ یہ دال صرف اس لئے ملائی جاتی ہے۔ تاکہ چاول گیلے ہو جائیں۔ اور انہیں نگلنے میں آسانی ہو۔ یہ استثنےٰ اگرچہ میں نے پچھلے دَور میں کر دیا تھا۔ مگر اس دَور میں میں پھر اسکو دہرا دیتا ہوں۔ مگر یہ شرط ہے۔ کہ وہ دال پتلی دال تک ہی محدود ہو۔ اگر اس دال کو خود ایسا گاڑھا اور مرغن بنا لیا جائے۔ کہ وہ سالن کا کام دے سکے۔ تو پھر اسکی اجازت نہیں۔

خطوں میں تو مجھے یاد ہے۔ لیکن یہ یاد نہیں۔ کہ کسی خطبہ میں بھی میں بیان کر چکا ہوں۔ یا نہیں۔ کہ

کہ اچار اور چٹنی اگر سادہ ہو

اور بطور مصالحہ یا ہاضوم کے اسے استعمال کیا جائے۔ تو کھانے کے ساتھ اس کا استعمال جائز ہے۔ لیکن بعض ملکوں میں چٹنی بھی سالن کا قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ پس جب چٹنی میں بھی تکلف کی کوئی صورت ہو۔ اور سالن کے قائم مقام سمجھی جا سکے۔ تو پھر اس کے استعمال میں بھی احتیاط کرنی چاہیئے۔ ہر شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ساتھ ہے۔ اور فائدہ اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے۔ جب انسان حجت اور حیلہ سازی سے کام نہ لے۔ اگر چٹنی اور اچار صرف چٹنی اور اچار کی حد تک ہی ہو۔ اور اس کے استعمال کی غرض یہ ہو۔ کہ ہاضمہ درست ہو۔ اور کھانا ہضم ہو جائے۔ تو اس کا استعمال جائز ہے۔ لیکن اگر وہ سالن کے قائم مقام ہو۔ تو پھر کسی دوسرے سالن کے ساتھ اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور یہ میں اس لئے کہتا ہوں۔ کہ بعض علاقے ایسے ہیں۔ جہاں چٹنیاں ہی چٹنیاں بنا کر کھاتے ہیں۔ کوئی الگ سالن استعمال نہیں کرتے۔ ایک دفعہ جب میں شملہ میں تھا۔ تو ایک رئیس میری ملاقات کے لئے آئے۔ ان سے دوران گفتگو میں کہیں مَیں نے ذکر کر دیا۔ کہ سنا ہے۔ آپ کے وطن میں کھانے اور قسم کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے اس بات کا کوئی خیال نہ رہا۔ انہوں نے میری دعوت کی۔ جب مَیں ان کے ہاں پہنچا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ چھوٹی چھوٹی پیالیاں آنی شروع ہو گئیں۔ جن میں مختلف قسم کی چٹنیاں تھیں۔ میں نے ان چٹنیوں کو کچھ چکھا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔ اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ اب مَیں یہ انتظار کرتا رہا۔ کہ کھانا آئے۔ تو میں کھاؤں۔ مگر کھانا کوئی نہ آیا۔ یہاں تک کہ گیارہ بج گئے۔ اور ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔ راستہ میں مَیں نے حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے جو میرے ساتھ تھے۔ پوچھا۔ کہ کیا آج ہماری یہاں دعوت نہیں تھی؟ اور کیا ہمیں غلطی تو نہیں لگی۔ کہ ہم دعوت کے خیال سے یہاں آ گئے؟ وہ اتفاق سے اس علاقہ میں رہ چکے تھے۔ وہ کہنے لگے۔ کھانا آیا جو تھا۔ آپ نے نہیں کھایا؟ مَیں نے کہا۔ کھانا کونسا آیا۔ کچھ چٹنیاں آئی تھیں۔ وہ میں چکھ کر چھوڑتا گیا۔ کہنے لگے۔ وہی تو کھانا تھا۔ مَیں نے کہا۔ مَیں نے سمجھا۔ کہ یہ صرف ہاضمہ کے تیز کرنے کے لئے چٹنیاں آ رہی ہیں۔ اور چونکہ مجھے کھانسی کی شکایت تھی۔ میں چکھ کر چھوڑ دیتا تھا۔ کھاتا نہ تھا۔ اور خیال کرتا تھا۔ کہ اصل کھانا بعد میں آئے گا۔ کہنے لگے یہی چٹنیاں جو انہوں نے بھجوائی تھیں کھانا تھیں۔ تو بعض علاقوں میں چٹنیاں بھی کھانا سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے میرے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ یہاں تک کہ مجھے راستہ میں دریافت کرنا پڑا۔ کہ آیا ہماری یہاں دعوت بھی تھی یا نہیں۔ اگر اس قسم کی چٹنیاں ہوں۔ تو پھر یہ بھی کھانے میں شمار ہوں گی۔ اور ان میں بھی سادگی اور حد بندی کی ضرورت ہوگی۔

لباس کے متعلق

بھی بعض دوستوں نے دریافت کیا ہے۔ حالانکہ لباس کی سادگی نہایت ضروری چیز ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ لباس میں سادگی نہ ہونے کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ امیروں اور غریبوں میں ایک بیّن فرق ہے۔ امیر اپنے کپڑے سنبھالے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور ہر وقت انہیں یہ خیال رہتا ہے۔ کہ کہیں کپڑے پر داغ نہ لگ جائے۔ کہیں میلا نہ ہو جائے۔ اور اس طرح وہ غرباء سے پرے پرے رہتے ہیں۔ پس

لباس میں سادگی نہایت ضروری ہی

بلکہ میں یہاں تک کہوں گا۔ کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک جوڑا ہے۔ اور وہ اسے ایسی احتیاط سے رکھتا ہے۔ کہ ہر وقت اسے یہ خیال رہتا ہے۔ کہیں اس پر دھبہ نہ پڑ جائے۔ کہیں اس پر داغ نہ لگ جائے۔ اور اس طرح غریبوں سے اس کے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تو اس نے ہرگز تحریک جدید کے اس مطالبہ پر عمل نہیں کیا۔ اس کے مقابلہ میں اس شخص کو میں زیادہ سادہ کہوں گا۔ جس کے پاس دو یا تین جوڑے کپڑوں کے ہیں۔ اور وہ ان کے متعلق ایسی احتیاط نہیں کرتا جو امارت و غربت میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ درحقیقت لباس میں ایسا تکلف جو انسانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا موجب ہو جائے۔ جو بنی نوع انسان میں کئی قسم کی جماعتیں پیدا کرنے کا محرک ہو جائے۔ سخت ناپسندیدہ اور فتنے پیدا کرنے والا ہے خواہ اس کے پاس ایک ہی جوڑا ہو۔ یا دو ہوں۔ پس یہ ہدایت بھی کوئی وقتی ہدایت نہیں۔ بلکہ مستقل ہدایت ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے انسانوں میں سے تفرقہ دور ہوتا ہے۔

عورتوں میں خصوصاً اعلیٰ لباس کی بہت پابندی ہوتی ہے۔ اور اس میں ان کی طرف سے بڑے بڑے اسراف ہو جاتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ بعض گھر عورتوں کے لباس اور زیور کی وجہ سے ہی برباد ہو گئے ہیں۔ انگریز اقتصادی لحاظ سے بہت بڑی محتاط قوم ہے مگر ان میں بھی عورتوں کے لباسوں کے اخراجات کی وجہ سے بڑے بڑے امرار تباہ ہو جاتے ہیں۔ عورت بازار میں جاتی اور مختلف فیشنوں کے جنون میں ماری جاتی ہے۔

میں نے ایک دفعہ ایک ولایتی اخبار میں لطیفہ پڑھا۔ کہ فرانس میں جہاں فیشن کا سب سے زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک عورت جو فیشن میں خاص طور پر مشہور تھی۔ ایک دکان سے ایک ٹوپی خرید کر نکلی۔ اتفاق سے راستہ میں اسے ایک فیشن کی ملکہ نظر آ گئی۔ یورپ کے ہر ملک میں چار پانچ ایسی عورتیں ہوتی ہیں۔ جو

فیشن کی ملکہ

کہلاتی ہیں۔ یعنی جو لباس وہ پہنیں۔ وہی فیشن سمجھا جاتا ہے۔ ان کے لباس کے خلاف اگر کوئی عورت لباس پہنے۔ تو اس کا لباس فیشن کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ جب اس نے اس فیشن کی ملکہ کو دیکھا۔ تو اسے معلوم ہؤا۔ کہ اس نے اور قسم کی ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے وہ نئی ٹوپی جو اس نے ابھی خریدی تھی۔ سر سے اتار کر اپنی بغل کے نیچے دبالی۔ تاکہ کوئی اس ٹوپی کے ساتھ دیکھ نہ لے۔ یہ فیشن پرستی جنون بھی ہے۔ اور قومی اتحاد کو تباہ کرنے والی بھی۔ ہمارے ملک میں بھی جو

مغربی لباس پہننے والوں کی نقل

کرتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ آدمی ہیں۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مشینیں ہیں۔ جن پر کپڑے لپٹے ہوئے ہیں۔ ہر وقت اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے پھرتے انہیں یہی خیال رہتا ہے۔ کہ کپڑے کو شکن نہ پڑ جائے۔ اس پر داغ نہ لگ جائے۔ اس میں سلوٹ نہ پڑ جائے۔ بھلا ایسے دماغ کو خدا کے ذکر کے لئے کہاں فرصت مل سکتی ہے۔ دماغ نے تو آخر ایک ہی کام کرنا ہے جسے اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے یہی خیال رہتا ہو۔ کہ پتلون کو شکن نہ پڑ جائے۔ کوٹ میں کوئی سلوٹ نہ آ جائے۔ اس نے بھلا اور کیا کام کرنا ہے۔ اس کے دماغ کا بہت سا وقت تو اپنے لباس کی درستی میں ہی لگ جاتا ہے۔ درحقیقت اسلام یہ چاہتا ہے۔ کہ ہمارا دماغ اور تمام باتوں سے فارغ ہو۔ اور یا تو وہ خدا کی یاد میں مشغول ہو۔ یا بنی نوع انسان کی بہتری کی تدابیر سوچ رہا ہو۔ اور حق بات یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ان باتوں میں ہمہ تن مشغول ہو۔ تو اسے یہ موقعہ ہی نہیں ملتا کہ وہ

لباس کی درستی کی طرف توجہ

کرے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کام کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ ادھر میں کھانا کھا رہا ہوتا ہوں۔ اور ادھر اخبار پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ بیویاں کہتی بھی ہیں۔ کہ اس وقت اخبار نہ پڑھیں۔ کھانا کھائیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ میرے پاس اور کوئی وقت نہیں۔ پھر کئی دفعہ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ آپ کے لباس میں یہ نقص ہے۔ وہ نقص ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ مجھے تو اس بات کا احساس بھی نہیں۔ آپ کو معلوم نہیں۔ کہ اس کا کیوں خیال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم نے دیکھا ہے۔ گو مخالف اس پر ہنسی اڑاتے اور یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ نعوذ باللہ پاگل تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ کہ آپ کئی دفعہ بوٹ ٹیڑھا پہن لیتے۔ دایاں بوٹ بائیں پاؤں میں۔ اور بایاں بوٹ دائیں پاؤں میں۔ وہ نادان نہیں جانتے۔ کہ جس کا دماغ اور باتوں کی طرف شدت سے لگا ہؤا ہو۔ اسے ان معمولی باتوں کی طرف توجہ کی فرصت ہی کب مل سکتی ہے۔

اسی طرح کئی دفعہ ایسا ہوتا۔ کہ آپ بٹن اوپر نیچے لگا لیتے۔ یعنی اوپر کا بٹن نچلے بٹن کے کاج میں اور نیچے کا بٹن اوپر کے بٹن کے کاج میں لگا دیتے میرا ابھی یہی حال ہے۔ کہ دوسرے تیسرے دن بٹن اوپر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی دوسرا بتاتا ہے تو درستی ہوتی ہے۔ گو

بوٹ کے متعلق

اب تک میرے ساتھ ایسا کبھی واقعہ نہیں ہؤا۔ کہ بایاں بوٹ میں نے دائیں پاؤں میں پہن لیا ہو۔ اور دایاں بوٹ بائیں پاؤں میں۔ اور اسکی وجہ شاید یہ ہے۔ کہ میرے پاؤں پر بھنوری ہے۔ اور ڈاکٹر نے مجھے بچپن سے ہی بوٹ پہننے کی ہدایت کی ہوئی ہے۔ اور چونکہ بچپن سے ہی مجھے بوٹ پہننے کی عادت ہے۔ اس لئے ایسا کبھی اتفاق نہیں ہؤا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تو اکثر ایسا ہؤا۔ کہ چلتے چلتے آپ کو ٹھوکر لگتی۔ اور کوئی دوسرا دوست بتاتا۔ کہ حضور نے گرگابی اُلٹی پہنی ہوئی ہے۔ اور آخر آپ نے انگریزی جوتی پہننی بالکل ترک کر دی۔ تو انسانی دماغ جب ایک طرف سے فارغ ہو۔ تبھی دوسرا کام کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنے دماغ کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف لگا دیں۔ تو اسلام کی ترقی کے کام ہم کب کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے کھانے اور لباس میں انسان کو سادگی کا حکم دیا۔ تاکہ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھنے کی بجائے اہم امور کی طرف توجہ کرے۔

پس لباس کے متعلق بھی میں سمجھتا ہوں۔ کہ جو قیود میری طرف سے عاید کی گئی تھیں۔ ان کا قائم رہنا ضروری ہے۔

فیتوں کے متعلق بھی بعض دوستوں نے دریافت کیا ہے۔ کہ آیا اس کے متعلق عورتوں پر جو پابندی عاید کی گئی تھی۔ اس کا وقت گزر گیا ہے۔ یا ابھی جاری ہے۔ سو اس کے متعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ پابندی بہر حال قائم ہے۔ کیونکہ کپڑے خواہ کتنے گراں ہوں۔ ایک لمبے عرصہ تک کام دے سکتے ہیں۔ مگر فیتے چونکہ لباس پر صرف ٹانکے جاتے ہیں۔ اور ہر روز بدلے جا سکتے ہیں۔ اس لئے ہر نئے فیشن کو دیکھ کر عورتیں ریجھ جاتی ہیں۔ اور نیا فیتہ خرید کر پہلے فیتے کی جگہ لگا لیتی ہیں۔ اور میرا تجربہ ہے۔ کہ کپڑوں پر اتنی قیمت نہیں لگتی۔ جتنی کہ

ایک فیشن پرست عورت

کے فیتوں پر۔ کیونکہ فیتے بدلتے چلے جاتے ہیں پس مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ میں اس میں تغیر کروں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ میں کہتا ہوں۔ ہمیں آہستہ آہستہ ابھی بعض اور قیدیں اس بارہ میں بڑھانی پڑیں گی۔ لیکن چونکہ میں ابھی تک ان امور کے متعلق غور کر رہا ہوں۔ اس لئے ابھی ان کا ذکر نہیں کرتا۔

زیورات کے متعلق

میں یہ اجازت دے چکا ہوں۔ کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر نیا زیور بنوانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی موقعہ پر نہیں۔ اور درحقیقت زیور اپنی ذات میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں۔ کہ شادی کے بعد خاص طور پر بنوایا جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خاص طور پر زیور بنوانے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ ہاں

ٹوٹے پھوٹے زیور کی مرمت کی اجازت

میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ اور اب بھی وہ اجازت قائم ہے۔ لیکن ٹوٹے پھوٹے زیور کے بنوانے کے یہ معنے نہیں۔ کہ ایک زیور تڑوا کر دوسرا زیور بنوا لیا جائے۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ ٹوٹے ہوئے زیور کی محض مرمت کرائی جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ عورتیں زیورات کو توڑ پھوڑ کر بعض دفعہ زیور کی قیمت سے بھی زیادہ اس پر خرچ کر دیتی ہیں۔ پس توڑنے پھوڑنے کی مرمت سے یہ ہرگز مراد نہیں۔ کہ گلے کا زیور ہاتھ کا بنا لیا جائے۔ اور ہاتھ کا زیور گلے کا۔ بلکہ اس سے مراد صرف ٹوٹے ہوئے زیور کی معمولی مرمت ہے۔ تاکہ وہ کام دے سکے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں گو زیور کے لئے سونا بھی کم ہوتا تھا۔ مگر اس فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی زیور کا جس قدر رواج تھا۔ کہا جا سکتا تھا۔ کہ سونے کی نسبت سے بھی کم تھا۔ اس وقت زیورات کی اتنی کمی تھی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بیوی کے متعلق آتا ہے۔ کہ ان کا زیور محض یہ تھا۔ کہ ان کے پاس ایک ہار تھا۔ جو لونگوں اور بعض دوسرے خوشبودار بیجوں سے بنا ہوا تھا۔ اور وہ بھی کسی سے عاریتاً لیا ہوا تھا۔ ہمارے ملک میں بھی زمیندار عورتیں

کھوپرے کے ٹکڑوں اور خربوزوں کے بیجوں کے ہار

بنا لیتی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے بھی خوشبو کے لئے مختلف قسم کے بیجوں اور لونگوں کو اکٹھا کر کے ایک ہار بنا لیا ہوا تھا۔

درحقیقت زیور اقتصادی لحاظ سے ایک نہایت ہی مضر چیز ہے۔ کیونکہ اس میں قوم کا روپیہ بغیر کسی فائدہ کے پھنس جاتا ہے۔ اور دراصل یہی وہ سونا چاندی اکٹھا کرنا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اس سونا چاندی کو گرم کر کے ان کے

جسم پر داغ

لگایا جائے گا۔ یوں قرآن مجید روپیہ رکھنے کی ممانعت نہیں کرتا۔ اگر روپیہ جمع کرنا منع ہوتا تو اسلام میں زکوٰۃ کا مسئلہ بھی نہ ہوتا۔ پس روپیہ جمع کرنا منع نہیں۔ بلکہ ایسا روپیہ جمع کرنا منع ہے۔ جو دنیا کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ ایک شخص کے پاس اگر دس لاکھ روپیہ ہو۔ اور وہ تجارت پر لگا ہوا ہو۔ تو پانچ دس سو لوگ ایسے ہوں گے۔ جو اس کے روپیہ سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے۔ پس بڑے تاجر کا روپیہ یا بڑے زمیندار کا روپیہ بند نہیں کہلا سکتا۔ مثلاً ایک زمیندار کے پاس اگر

دو چار سو ایکڑ زمین

ہے۔ تو چونکہ وہ اکیلا اس زمین میں ہل نہیں چلا سکے گا۔ اس لئے لازماً وہ اور لوگوں کو نوکر رکھے گا۔ اور اس طرح بارہ تیرہ آدمی بلکہ بہ شمولیت بیوی بچوں کے ساٹھ ستر آدمی کا اسکی زمین سے گزارہ چلے گا۔ اور تمام قوم کو فائدہ پہنچیگا۔ لیکن اگر وہ سو دو سو ایکڑ زمین کی بجائے اتنے روپیہ کا سونا خرید کر گھر میں رکھ لیتا ہے۔ تو کسی ایک شخص کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ تو اپنے روپیہ کو ایسے استعمال میں نہ لانا جس کا دنیا کو فائدہ پہنچے۔ اسلام سخت ناپسند کرتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو ہی

قیامت کے دن سزا

دینے کا خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ چونکہ زیورات کے ذریعہ بھی روپیہ بند ہو جاتا ہے۔ اور قوم کے کام نہیں آتا۔ اس لئے زیورات کی کثرت بھی ناپسندیدہ امر ہے۔ ہاں عورت کی اس کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ زیور پسند کرتی ہے۔ اور جس کا قرآن کریم نے بھی ینشاؤ فی الحلیۃ میں ذکر فرمایا ہے۔ اسے تھوڑا سا زیور پہننے کی اجازت ہے۔ اسی طرح ریشم اللہ تعالےٰ نے مردوں کے لئے منع کیا ہے۔ مگر عورتوں کے لئے اس کا پہننا جائز رکھا ہے۔ اس طرح اسلام نے عورت کا یہ حق تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ کچھ زیور پہن کر اور کچھ ریشمی لباس میں ملبوس ہو کر زیب و زینت کر سکتی ہے۔ اسی لئے میں نے یہ اجازت دی ہے۔ کہ شادی بیاہ کے موقع پر کچھ زیور بنوا لیا جائے۔ لیکن اس کے بعد کسی نئے زیور کے بنوانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ سوائے خاص حالات اور اجازت کے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ٹوٹے پھوٹے زیور کی مرمت کرائی جائے۔ کیونکہ زیورات ملک کی تجارت اور زراعت اور صنعت و حرفت کی

ترقی میں سخت روک

ہیں۔ اور اس طرح ملک کا کروڑوں روپیہ بغیر کسی فائدہ کے بند پڑا رہتا ہے۔ اور کسی قومی یا ملکی فائدہ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ ایک عورت اگر اپنے پاس دس ہزار روپیہ کا زیور بھی رکھ لیتی ہے۔ تو کسی کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ دس ہزار روپیہ تجارت میں لگا دیتی ہے۔ اور پندرہ بیس آدمی پرورش پا جاتے ہیں۔ تو اس سے ملک اور قوم کو بہت بڑا فائدہ پہنچیگا۔ اور گو اس صورت میں اسکو بھی نفع ملے گا۔ لیکن یہ نفع دوسروں کو نفع میں شامل کر کے ملے گا۔ اس لئے شریعت اسکی اجازت دے گی۔

تو اسلام روپیہ کے استعمال کی وہ صورت پسند کرتا ہے۔ جسے لوگ استعمال کریں۔ وہ صورت پسند نہیں کرتا۔ جس میں آنکھیں اسے دیکھ دیکھ کر لذت حاصل کریں۔ مگر لوگ اس کے فائدہ سے محروم رہیں۔ پس زیورات کے بنوانے میں جسقدر احتیاط کی جا سکے۔ وہ نہ صرف امارت و غربت کا امتیاز دور کرنے کے لئے۔ نہ صرف مذہبی احکام کی تعمیل کرنے کے لئے بلکہ اپنے ملک کو ترقی دینے کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔

پس یہ احکام ایسے نہیں۔ جنہیں بدلنے کی ضرورت ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی وقت ان میں زیادہ سختی کی ضرورت پیش آ جائے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر حکومت مسلمان ہو۔ یا

اسلامی احکام کے نفاذ کی اجازت

اسکی طرف سے ہو۔ تو ایسی کئی قیود لگانی پڑیں گی۔ جن کے ماتحت افراد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکے۔ کیونکہ اسلام کا منشاء یہ ہے۔ کہ دنیا کے ہر انسان کو کھانا ضرور مہیا ہو۔ پانی ضرور مہیا ہو۔ لباس ضرور مہیا ہو۔ اور مکان ضرور مہیا ہو۔ اور جب بھی اسلام کا یہ مقصد پورا ہوگا۔ لازماً امیروں کے ہاتھ سے دولت چھینیگی کیونکہ اگر دولت بعض لوگوں کے ہاتھ میں بے اندازہ طور پر چلی جائے۔ تو حکومت سب کے لئے کھانا پینا لباس اور مکان کس طرح مہیا کر سکتی ہے پس جب بھی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ اسے ضرور ایسے تغیرات کرنے پڑیں گے جن کے ماتحت ہر شخص کے لئے کھانا پینا کپڑا اور مکان مہیا ہو سکے گا۔ بلکہ اس زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے ایک اور چیز بھی اس میں شامل کرنی پڑیگی اور وہ علاج ہے۔ اس زمانہ میں بیماریوں کا علاج اتنا مہنگا ہو گیا ہے۔ کہ میرے نزدیک

علاج بھی حکومت کے ذمہ ہونا چاہیئے

اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ بتایا ہے۔ کہ

تعلیم بھی اسی میں شامل ہے

چنانچہ بدر کے موقعہ پر جب کفار کے بہت سے قیدی آئے۔ تو ان میں سے بعض پڑھے لکھے تھے۔ انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تم مدینہ کے بچوں کو پڑھا دو۔ تو تمہاری طرف سے یہی فدیہ سمجھا جائیگا اور تمہیں اس کے بدلہ میں رہا کر دیا جائیگا۔ تو تعلیم۔ علاج۔ کھانا۔ پینا۔ کپڑا اور مکان یہ دنیا کے تمام لوگوں کو میسر آنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ملک ایسا ہے۔ جس میں ایک شخص تو اپنا علاج کرا سکتا ہے۔ مگر دوسرا بیماری سے ہر وقت کراہتا رہتا ہے۔ ایک شخص تو اپنے لئے کپڑے مہیا کر سکتا ہے۔ مگر دوسرا سردیوں اور گرمیوں میں ننگے بدن پھرتا ہے۔ ایک شخص تو مکان میں رہتا ہے۔ مگر دوسرے کو اپنا سر چھپانے کے لئے ایک جھونپڑی بھی میسر نہیں۔ تو وہ ملک کبھی جنت نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ دوزخ ہے۔ ہزاروں آدمی ہمارے ملک میں ایسے ہیں۔ جو بڈھے ہو جاتے ہیں۔ ان کی بیوی پہلے فوت ہو چکی ہوتی ہے۔ اور ان کا کوئی بچہ نہیں ہوتا۔ جو ان کی خبر گیری کرے۔ وہ اکیلے اپنی کوٹھڑی میں دن رات پڑے رہتے ہیں۔ نہ انہیں روٹی دینے والا کوئی ہوتا ہے۔ نہ انہیں پانی دینے والا کوئی ہوتا ہے۔ نہ ان کی بلغم اٹھانے والا کوئی ہوتا ہے۔ نہ ان کا علاج کرنے والا کوئی ہوتا ہے۔ یہ کتنے غضب اور کتنی

لعنت کی بات

ہے اس قوم کے لئے جس قوم میں ایسے افراد موجود ہوں۔ مگر یہ تمام باتیں اسلامی طریق عمل اختیار کرنے سے ہی دور ہو سکتی ہیں۔ اس کے بغیر نہیں۔ اور اس وقت لازمی طور پر ان ٹیکسوں پر حکومت کا گزارہ نہیں ہو سکے گا۔ جو ٹیکس حکومت کی طرف سے اب وصول کئے جاتے ہیں۔ پس اس وقت

اسلامی حکومت کو بعض نئے ٹیکس لگانے پڑیں گے

اور امراء سے زیادہ روپیہ وصول کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ اسلامی اصول اس بارے میں موجود ہیں۔ اور پھر اس روپیہ سے غرباء کی خبر گیری کرنی پڑے گی۔ لیکن جب تک اسلامی حکومتیں قائم نہیں ہوتیں۔ ہمیں اس مقصد کے لئے تیاری تو کرنی چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمیں کیا پتہ کہ کب خدا تعالےٰ حاکموں کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے۔ اور وہ دوڑتے ہوئے اسلامی احکام کو دنیا میں قائم کرنے لگ جائیں۔ فرض کرو۔ ایک ایسا دن آتا ہے جب ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ بھی اور وزراء بھی اور امراء بھی اور بڑے بڑے جرنیل بھی سب اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو بتاؤ کیا ہم اس وقت تیاری کریں گے۔ یا ہمیں آج سے ہی تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ پس ہمیں اس عظیم الشان مقصد کے لئے جس کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اسلام کو قائم کیا ہے۔ تیار رہنا چاہیئے۔ اور تجربہ سے ان احکام کی باریکیوں کو پہلے سے دریافت کر چھوڑنا چاہیئے۔ اور اپنی قربانیوں سے

اسلام کے احکام کو عملی رنگ

دیتے چلے جانا چاہیئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ بادشاہوں اور حاکموں کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے اور پھر وہ اسلامی احکام کے اس حصہ کی تکمیل شروع کر دیں۔ جس کی تکمیل کرنی اس وقت ہمارے لئے ناممکن ہے۔

چندوں کی وصولی کا جو طریق موجودہ حالت میں ہم جماعتی طور پر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً ایسا نہیں۔ کہ اس سے وہ تمام ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ جن ضرورتوں کو پورا کرنا

اسلامی حکومت کا فرض

ہے۔ دوسرے موجودہ حالت میں ہمارا بہت سا روپیہ تبلیغ پر خرچ ہو رہا ہے۔ اور ہونا چاہیئے پس ان وجوہ سے ہم قادیان جیسی چھوٹی بستی میں بھی جہاں صرف چند ہزار نفوس ہیں۔ اس اسلامی طریق کو کہ ہر شخص کو کھانا مکان اور لباس وغیرہ بہر حال میسر ہو۔ جاری نہیں کر سکتے۔ بلکہ ابھی تو ہماری یہ حالت ہے۔ کہ ہم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو جھٹ ایک منافق شور مچانے لگ جاتا ہے۔ اور ہمارا کچھ روپیہ اس منافق کی آواز کو دبانے اور اس کے فتنے کو دور کرنے میں خرچ ہونے لگتا ہے

پس تحریک جدید کے یہ مطالبات ایسے نہیں۔ جنہیں اب منسوخ کر دیا جائے۔ یا ایک عرصہ کے بعد منسوخ کر دیا جائے۔ ہاں ان مطالبات میں تغیر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تفصیلات کے متعلق اسلام نے

ہر زمانہ کے اہل الرائے پر معاملہ

کو چھوڑا ہے۔ اور اجتہاد کی اجازت دی ہے پس اجتہاد بدل بھی سکتا ہے۔ لیکن اصول بہر حال یہی رہے گا۔ جو تحریک جدید کے مطالبات میں ہے۔ کہ سادہ زندگی اختیار کرو۔ سادہ کھانا کھاؤ۔ سادہ لباس پہنو۔ اور آرام و زیبائش کے سامانوں سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ ہمارا روپیہ زیورات وغیرہ کی صورت میں بند نہ ہو۔ بلکہ قوم کے فائدہ کے کاموں پر لگا ہوا ہو۔ اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ

امیر اور غریب میں کوئی فرق نہ رہے

اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ ہم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔ اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ ہماری ایک دوسرے سے ایسی محبت و الفت ہو۔ کہ ہم ایک دوسرے سے پرے پرے نہ رہیں۔ اور یہ نہ سمجھیں۔ کہ ہم کچھ اور چیز ہیں۔ اور وہ کچھ اور چیز ہے۔ میں ایک دفعہ

گورداسپور کا فارم

دیکھنے گیا۔ اس فارم کا جو افسر ہوتا ہے۔ اس کا عہدہ ڈپٹی کلکٹر کے برابر ہوتا ہے۔ اس افسر نے مجھے تمام فارم دکھایا۔ لیکن میں نے دیکھا۔ کہ سڑک پر چلتے چلتے جب زمیندار سامنے آ جاتے۔ تو وہ اسے فرشی سلام کر کے کود کر ایک طرف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ہنس کر کہا۔ کہ آپ کے جینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہنے لگے۔ کیوں۔ میں نے کہا۔ جن زمینداروں کے فائدہ کے لئے آپ یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی حالت تو یہ ہے۔ کہ وہ آپ کو دور سے دیکھتے ہی کود کر الگ ہو جاتے ہیں۔ بھلا ایسے لوگ آپ سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے

سر ایڈورڈ میکلیگن

کو جو اس وقت گورنر پنجاب تھے۔ چٹھی لکھی۔ کہ میں نے آپ کے ایک محکمہ کا اتفاقاً ملاحظہ کیا ہے۔ جس کے ماتحت مجھ پر یہ اثر ہے۔ کہ اس محکمہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر آپ زمینداروں کو فائدہ پہنچانے کی حقیقی خواہش رکھتے ہیں۔ تو اس کا طریق صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں والے افسر مقرر کریں۔ جو گاؤں میں جائیں۔ اور زمینداروں سے مل جل کر کام کریں۔ انہیں ہل چلا کر بتائیں۔ اور

نئے طریق زراعت کی طرف

ان کی طبائع کو مائل کریں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہ ایک بڑی تنخواہ والا افسر آپ نے مقرر کر دیا ہے۔ جس کی شکل دیکھتے ہی زمیندار کود کر پرے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے میری اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور لکھا۔ کہ میں اس پر غور کروں گا چنانچہ اب چھوٹے چھوٹے افسر مقرر ہیں۔ جو کھیت میں ہل چلا کر اور بیج بو کر زمینداروں کو دکھا دیتے ہیں۔ گو اب بھی اس سے پورا فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ مگر بہر حال اب چھوٹے افسر بھی مقرر ہو گئے ہیں۔ اور زمیندار آسانی سے ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر اس وقت صرف ڈپٹی ہی ڈپٹی ہوتا تھا۔ کوئی چھوٹا افسر نہیں ہوتا تھا۔

غرض اسلام یہ چاہتا ہے۔ کہ بنی نوع انسان میں امتیاز کم ہو۔ اور محبت اور میل جول زیادہ ہو ایک دفعہ ایک نہایت ہی غریب شخص نے میری دعوت کی۔ میں گیا۔ اس بے چارہ کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ اس نے ایک چارپائی بچھا دی۔ اور اس پر مجھے بٹھا کر شوربا روٹی جو اسے میسر تھا۔ اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ اتفاق سے ایک باہر کے دوست بھی اس وقت میرے ساتھ چل پڑے۔ جب میں کھانا کھا کر باہر نکلا۔ تو وہ مجھے کہنے لگے۔ کہ کیا آپ ایسے غریب کی دعوت بھی قبول کر لیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اگر میں اس غریب شخص کی دعوت کو قبول نہ کرتا۔ اور انکار کر دیتا۔ تو آپ ہی یہ اعتراض کرنے والے ہوتے۔ کہ یہ امیروں کی دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ غریبوں کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ مگر اب جبکہ میں نے دعوت قبول کر لی ہے۔ تو آپ کے خیال نے یہ صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ ایسے غریب کے ہاں کھانا کھانا تو ظلم ہے۔ میں نے کہا۔ اس کے ہاں کھانا کھانا ظلم نہیں تھا۔ بلکہ

انکار کرنا ظلم تھا

کیونکہ میرے انکار پر یہ ضرور محسوس کرتا۔ کہ میں چونکہ غریب ہوں۔ اس لئے انکار کیا گیا ہے۔ پس جو اعتراض اس دوست نے کیا۔ اس کے بالکل الٹ اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ کوئی ایسی امارت نہ ہو۔ جو غربت کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھے۔ اور کوئی ایسی غربت نہ ہو۔ جو غریب کے لئے وبال جان بن جائے۔ یہ خیال بہت دور کا ہے۔ ایسے ہی دور جیسے دنیا میں جنت کا خیال۔ مگر ایک دفعہ اسلام اس مقصد کو پورا کر چکا ہے۔ اور اب

دوسری دفعہ اس مقصد کو پورا ہونا ناممکن نہیں

پس ضرورت ہے۔ کہ ہم اس عظیم الشان مقصد کے لئے داغ بیل ڈالیں۔ اور اس عظیم الشان محل کی بنیادیں رکھ دیں جس کی تعمیر اسلام کا منشا ہے۔ بیشک ہمارے لئے بہت بڑی دقتیں ہیں۔ ہم دوسروں کے محکوم ہیں۔ اور ہمارے لئے ان کے

قواعد کی پابندی

لازمی ہے۔ اور بعض دفعہ ہماری ایک نیک خواہش کا بھی وہ یہ مفہوم لے لیتے ہیں۔ کہ گویا ہم بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہم بادشاہ نہیں۔ بلکہ خادم بننا چاہتے ہیں۔ لیکن بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے بھی لازمی ہے۔ کہ کوئی قانون جاری کیا جائے۔ اس قانون کا نام بادشاہت کی خواہش رکھ لینا انتہائی نادانی اور ناواقفیت ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے۔ کہ ایسے اصول دنیا میں جاری کر دیں جن کے ماتحت امارت و غربت کا امتیاز جاتا رہے اور بنی نوع انسان کو نہایت آرام سے خدا تعالےٰ کے ذکر اور اپنی ترقی کے لئے جد و جہد کرنے کا موقع مل جائے۔ کئی چیزیں ایسی ہیں۔ جن کے متعلق میری خواہش ہے۔ کہ انہیں اس وقت دور کر دینا چاہیئے۔ مگر وہ چونکہ حکومت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے انہیں دور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی۔ تو میں کہتا۔ کہ ان باتوں کو ابھی دور کر دو۔ مگر چونکہ حکومت غیر ہے۔ اس لئے محبت پیار اور آہستگی کے ساتھ قدم آگے بڑھانا ضروری ہے۔ اور اس دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جب اللہ تعالےٰ ہمارے حاکموں کے دلوں کو کھول دے۔ ورنہ ان احکام کی ضرورت آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے قائم تھی۔

سادہ زندگی کے متعلق آج کل ہمیں

ایک اور نقطہ نگاہ

سے بھی غور کرنا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ یہ ایام سلسلہ کے لئے سخت نازک ہیں۔ اور جماعت نے کئی قسم کے چندوں کے وعدے کئے ہیں۔ جن کا اثر ایک دو سال تک رہے گا۔ پس اس لحاظ سے بھی یہ نہایت ہی ضروری امر ہے۔ کہ سادہ زندگی اختیار کی جائے۔ اگر ایک باپ کا اپنے بچوں کے اخراجات پر یا خاوند کا اپنی بیوی کے زیورات پر اسی طرح روپیہ خرچ ہو رہا ہو۔ جس طرح پہلے خرچ ہوا کرتا تھا۔ تو اسے

دین کی خدمت کا موقع

کس طرح مل سکتا ہے۔ اگر وہ زیورات پر روپیہ خرچ کریگا۔ تو دین کی خدمت سے محروم رہے گا۔ اور اگر دین کے لئے روپیہ دیگا۔ تو لازماً اسے سادہ زندگی اختیار کرنی پڑیگی۔ اور بعض قیود اپنے اوپر عاید کرنی ہونگی۔ پس اس زمانہ میں ان مطالبات پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ جماعت کا ایک بڑا حصہ دیانتداری سے ان احکام پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ امراء میں سے بھی اور غرباء میں سے بھی۔ اور بعض سست بھی ہیں۔ مجھے بعض امراء ایسے معلوم ہیں۔ جنہوں نے سختی سے ان مطالبات پر عمل کیا ہے۔ اور

سادہ زندگی کے متعلق اپنے اوپر قیود

عائد کی ہیں۔ اور مجھے بعض غرباء ایسے معلوم ہیں۔ جنہوں نے کہا ہے۔ کہ ایک کھانا کھانا یہ کونسی شریعت کا حکم ہے۔ حالانکہ یہ محض ان کے فائدہ کی بات تھی اور پھر وہ تو پہلے ہی ایک کھانا کھایا کرتے تھے۔ انہیں تو چاہیئے تھا۔ اس مطالبہ کی تائید کرتے۔ نہ کہ مخالفت مگر انہوں نے مخالفت کی۔ اور اس پر عمل نہ کیا۔ گویا ان لوگوں کی مثال جنہوں نے غرباء میں سے اس مطالبہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر عمل نہ کیا۔ ویسی ہی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ کسی شخص کے دوست کی کتیا نے بچے دیئے۔ اسے معلوم ہؤا۔ تو وہ اس کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے سنا ہے۔ آپ کی کتیا نے بچے دیئے ہیں۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو۔ تو ایک کتیا کا بچہ مجھے دیدیں۔ کیونکہ مجھے

مکان کی نگرانی

کے لئے اسکی ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگا۔ بھئی بچے تو مر گئے ہیں۔ لیکن اگر زندہ بھی ہوتے۔ تو میں تمہیں نہ دیتا۔ وہ کہنے لگا۔ اب تو خدا نے بچے مار دیئے تھے۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ اگر زندہ ہوتے تب بھی نہ دیتا۔ اسی طرح وہ غربار تو پہلے ہی ایک کھانا کھاتے ہیں۔ وہ اگر

ایک کھانا کھانے کی ہدایت پر اعتراض

کریں۔ تو ان کا اعتراض محض بے وقوفی ہے۔ انہیں تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ امرار کے خلاف شور مچاتے۔ اور کہتے۔ کہ فلاں فلاں امیر اس پر عمل نہیں کرتا اور وہ ایک سے زائد کھانے کھاتا ہے۔ نہ یہ کہ وہ اس بات پر اعتراض کرتے۔ جس میں خود انہی کا فائدہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں مَیں ایسے امرار کو بھی جانتا ہوں۔ جنہوں نے خاص قربانی کر کے بعض ہدایات پر عمل کیا ہے۔ اور جنہیں مہینوں ایک کھانا کھانے کے بعد جب کسی وقت اتفاقی طور پر دو کھانے ملے۔ تو انہوں نے ایک کھانا ہی کھایا۔ اور دوسرا کھانا چھوڑ دیا۔ ان کی قربانی یقیناً اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت

شاندار قربانی

ہے۔ اور وہ اس کے اجر سے محروم نہیں رہیں گے۔ یاد رکھو۔ اس وقت ہمارے اردگرد اتنے ابتلاؤں کے سامان ہیں۔ کہ

ہمیں سپاہیانہ طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے

اور اپنی تمام زندگی کو مختلف قسم کی قیود کے ماتحت لانا چاہیئے۔ دنیا چاہتی ہے۔ کہ احمدیت کو مٹا دے لیکن خدا یہ چاہتا ہے۔ کہ احمدیت کو قائم کرے اور یقیناً ویسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ خدا کا منشار ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ تم سچے مسلمان بن کر اپنے اندر ایسی سادگی پیدا کرو۔ جو تمہارے اندر مساوات پیدا کر دے۔ جو تمہارے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کر دے۔ جو تمہارے اندر الفت و محبت پیدا کر دے۔ اور جو تمہارے اندر برادرانہ اخوت و تعلق پیدا کرنے کا موجب ہو جائے۔ تا اس کے بعد ایک طرف سے اللہ تعالےٰ کی نصرت نازل ہو۔ تو دوسری طرف سے خود تمہارے اندر ایسی طاقت اور قوت پیدا ہو جائے۔ کہ جو بھی تمہارے سامنے آئے۔ اسے اپنے آگے سے بھگا دو۔ دیکھو پہلوان جب اپنے شاگردوں کو

کشتی لڑانا

سکھاتے ہیں۔ تو گو ان کے شاگرد دس دس بیس بیس ہوتے ہیں۔ مگر وہ اکیلے سب کو گرا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم بھی مجاہدات کرو گے تو تمہارے اندر ایسی طاقتیں پیدا ہو جائیں گی۔ کہ تم دس دس بیس بیس دشمنوں کا مقابلہ کر سکو گے۔ جس طرح

دنیوی ریاضات

کے نتیجہ میں ایک ایک جسم دس دس جسموں کو گرا لیتا ہے۔ اسی طرح جب روحانی ریاضات کی جاتی ہیں۔ تو اپنی اپنی ریاضت اور اپنے اپنے مجاہدہ کے مطابق کوئی روح دس روحوں کو گرا لیتی ہے۔ کوئی بیس کو گرا لیتی ہے۔ کوئی پچاس کو گرا لیتی ہے۔ کوئی سو کو گرا لیتی ہے۔ کوئی ہزار کو گرا لیتی ہے۔ اور جب کسی قوم میں زبردست روحانی طاقت و قوت پیدا ہو جائے۔ اس وقت تعداد کا سوال بالکل اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔ اس وقت یہ نہیں پوچھا جاتا۔ کہ دشمن ایک کے مقابل پر دس ہیں یا بیس۔ بلکہ ایسی روحانی طاقت حاصل کرنے والی قوم کے تھوڑے سے آدمی ساری دنیا پر غالب آجاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ چوہوں نے مشورہ کیا۔ کہ بلی کو پکڑ کر قید کر دیا جائے۔ دس بیس نے کہا۔ کہ ہم اس کا کان پکڑ لیں گے۔ دس بیس نے کہا۔ کہ ہم اسکی دم پکڑ لیں گے۔ دس بیس نے کہا۔ ہم اسکی ٹانگوں سے چمٹ جائیں گے۔ اس طرح سینکڑوں چوہے تیار ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ آج بلی آئی تو ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ ایک بڈھے چوہے نے کہا۔ تم سب کچھ پکڑ لوگے۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ اسکی میاؤں کو کون پکڑیگا۔ اتفاقاً اسی وقت ایک کونے میں سے ایک بلی کی آواز آئی۔ جو وہاں چھپی بیٹھی تھی۔ اس نے میاؤں جو کی۔ تو تمام چوہے بھاگ کر اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے۔

غرض انسان کے اندر جب غیر معمولی یقین پیدا ہو جائے۔ تو دنیا اس سے دبنے لگتی ہے۔ اور یہ ایک

صوفیانہ نکتہ

ہے۔ جو تمہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انسان کے اندر ایک میں ہوتی ہے۔ جب وہ میں پاک ہو جائے تو باقی تمام دنیا کی مَیں اس کے آگے دب جاتی ہے۔ اس وقت جسموں اور تعداد کا کوئی سوال نہیں رہتا۔ بلکہ جس طرح ایک شیر کے مقابلہ میں ہزاروں خرگوش کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح ایسی روحانی طاقت رکھنے والے انسان کے سامنے ہزاروں کیا لاکھوں نفوس بھی محض بے حقیقت ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ روحانیت سے خالی ہوتے ہیں۔ اور انہی لوگوں کو پیدا کرنا ہمارا مقصود ہے۔ ہماری اصل غرض نہ ایک کھانا کھانا ہے۔ نہ سادہ کپڑا پہننا۔ نہ یہ ہے نہ وہ۔ بلکہ

ہمارا مقصد

یہ ہے۔ کہ ہمارے اندر ایسی روحانی طاقت پیدا ہو جائے۔ جس کے نتیجہ میں ہم میں اخوت اسلامی پیدا ہو جائے۔ ہم میں جرأت اسلامی پیدا ہو جائے۔ اور جب وہ پیدا ہو گئی۔ تو ایک طرف ہمارے اندر کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو سکے گا اور دوسری طرف دشمن ہمیں دبا نہیں سکے گا۔ کیونکہ ہمارے اندر

قوتِ روحانیہ کا ایک چشمہ

پھوٹ رہا ہوگا۔ اور چشمہ کبھی خشک نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ایک چشمہ سے تم جس قدر پانی نکالو۔ وہ خشک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے نیچے سے اور پانی نکل آتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ روحانی اور اخلاقی ورزشوں سے اپنے اندر قوت پیدا کر لیتے ہیں۔ وہ روحانیات کا چشمہ بن جاتے ہیں۔ جب دشمن اس میں سے کچھ پانی چرا کر لے جاتا۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ اب پانی ختم ہو گیا۔ اس چشمہ کے نیچے سے اور پانی نکل آتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہی بھرا رہتا ہے۔ پس دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ سادہ زندگی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ ان قیود کو کم کرنے کی کوشش کریں انہیں چاہیئے۔ کہ وہ زیادہ تعہد کے ساتھ ان مطالبات پر عمل کریں۔ بلکہ جن لوگوں نے گذشتہ سالوں میں ان مطالبات پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہے۔ انہیں بھی اس طرف لانے کی کوشش کریں۔ تا اللہ تعالےٰ کے فضل اور اسکی برکتیں نازل ہوں۔ اور اسلام اور احمدیت کی ترقی کے راستے میں جو مشکلات حائل ہیں۔ وہ دور ہو جائیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ (الفضل)

امیر پیغام اور مصری پارٹی کو دعوت مقابلہ

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قرآن پاک کے حقائق و معارف سے اسی انسان کو بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ جو نیک اور پاکیزہ دل ہو۔ مولوی محمد علی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ کہ:۔

"اس قرآن مجید کے مضامین عالیہ تک رسائی انہی لوگوں کو ملتی ہے۔ جو اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر کے اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کریں"۔ بیان القرآن صـ ۱۸۱۱

پھر مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے بھی ایک خط میں لکھا ہے۔

"اگر وہ (سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ) عارف قرآن ثابت ہو گئے۔ تو ہم مان لینگے کہ وہ مطہر اور باخدا انسان ہیں"۔

غیر مبایعین اور مصری پارٹی کے لوگ مانتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سیدنا نور الدین اعظم رضؓ اپنے زمانہ میں بے مثال عارف قرآن تھے۔ قرآن ان کی غذا تھی۔ اب دیکھئے۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کو مصر میں خط لکھا۔ جسمیں تحریر فرمایا۔ کہ

"تمہیں وہاں کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تم واپس قادیان آؤ گے۔ تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاء اللہ تعالےٰ بڑھا ہؤا ہوگا۔ اور اگر ہم نہ ہوئے۔ تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا۔ (الفضل یکم اپریل ۱۹۱۴ء)

غیر مبایعین اور مصری پارٹی اگر انصاف سے کام لیں۔ تو ان دونوں بیانوں سے حقیقت واضح ہے۔ اس لئے میرے نزدیک آج بھی تمام جھگڑے کا فیصلہ صرف ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ ہماری طرف سے قرآن مجید کے معارف بیان کرنے میں مقابلہ کا کھلا چیلنج ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اور شیخ مصری صاحب علیحدہ علیحدہ یا مل کر قرآن مجید کے معارف اور مضامین عالیہ کے ذکر کرنے میں مقابلہ پر نکلیں۔ تو صاف کھل جائے گا۔ کہ کون خدا کا پیارا اور اسکی محکم کتاب کے اسرار کا حامل ہے۔ اور کون محض لاف و گزاف سے کام لے رہا ہے۔ میں اہل پیغام سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اگر مولوی محمد علی صاحب نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ تو کم از کم ان کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے ہی آمادہ کریں۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی طرف سے اس بارے میں کھلی تحدی بارہا پیش ہو چکی ہے۔ میں تحریری مناظرہ راولپنڈی میں بھی اس چیلنج کا اعادہ کر چکا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے خاموشی ہے۔ اور رہے گی۔ کیونکہ کسی پہلی تفسیر کو سامنے رکھ کر ترجمہ کر دینا اور بات ہے۔ اور قرآن مجید کے مضامین عالیہ تک رسائی پانا بالکل اور۔ مؤخر الذکر چیز صرف گناہوں سے پاک اور خدا سے تعلق رکھنے والوں کو ملتی ہے۔ اسی لئے اس میدان میں آنے کی مولوی محمد علی صاحب کو جرأت نہیں۔ میں بلا تامل یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ غیر مبایعین اور مصری پارٹی ہرگز اس میدانِ مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ وہ زمینی اور سفلی ہتھیاروں سے کام لیکر حق کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ وہ روحانی ✻

✻ اور آسمانی ہتھیاروں سے بالکل تہی دست ہیں۔ مگر حق ظاہر ہو کر رہے گا اور کوئی نہیں جو خدا کے ارادہ کو روک سکے۔ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غیر احمدی مشن

اخبار تنظیم کا اعتراض اور اسکا جواب

گل است سعدی در چشم دشمناں خار است

(۲)

(از مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل جامعہ)

فاروق کی گذشتہ اشاعت میں بالتفصیل اس بات کو اصولی رنگ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اظہار واقعہ اور مسلمات خصم کی بنا پر کسی بات کا اظہار کرنا سوءِ خُلق میں داخل نہیں۔ بلکہ حسن خُلق ہے۔ جبکہ خدا کی مقدس کتاب اور صاحبِ خُلقِ عظیم رحمۃ للعالمین فداہ روحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز عمل دشمنانِ حق اور عدوانِ صداقت کے متعلق یہ تھا کہ امرِ واقعہ اور حقیقت کا اظہار خواہ بظاہر کتنا ہی تلخ ہو کر دیا جاتا تھا۔ تو کتاب اور صاحب کتاب کا تتبع کرنے والا کیونکر بد اخلاق قرار دیا جا سکتا ہے۔ آج کی اشاعت میں قدرے تفصیل کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں اس مسئلہ کو پیش کرتا ہوں۔ شاید کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھالے۔

میں نے اس مضمون کی پہلی قسط میں الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص کو اپنا بنیادی پتھر قرار دیا تھا۔ میرا دعویٰ ہے کہ عزت والی چیز کی اگر کسی بد باطن کی طرف سے بے عزتی ہو۔ تو اسکی عزت والی چیز کی بے عزتی کرنا کوئی جرم نہیں۔ بلکہ اسے ہوش میں لانے اور اسے ایسے بیہودہ فعل سے باز رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے سامنے اس کے گھر کا نقشہ رکھا جائے۔ اور یہ ایسا عجیب اور مجرب نسخہ ہے۔ جو دشمن کے منہ کو بند کرنے کے لئے نہایت ہی کار آمد ثابت ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ نسخہ علیم و حکیم خدا کا تجویز کردہ ہے۔ اس لئے ممکن نہیں۔ کہ خطا جائے اسکی تائید میں چند مثالیں دینی غیر مناسب نہ ہونگی۔

(۱) عرب کے قدیم دستور کے مطابق چند مہینے ایسے تھے۔ کہ ان میں لڑنا جنگ کرنا۔ بدامنی پھیلانا منع تھا۔ جن میں ہر فرد جہاں چاہے۔ آجا سکتا تھا۔ یہ چونکہ اچھی بات تھی۔ اس لئے اسلام جو پاکیزہ باتوں کو جمع کرنیوالا مذہب ہے۔ اس نے بھی ان مہینوں کی عزت کو ویسے ہی برقرار رکھا۔ مگر مخالفین اسلام نے جب یہ دیکھا۔ کہ مسلمان اصول کے پکے اور اچھی باتوں کے زیادہ پابند ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے ان مہینوں کا بھی لحاظ نہ کیا۔ اور مسلمانوں سے چھیڑ خوانی شروع کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم (البقرہ) یعنی عزت والا مہینہ عزت والے مہینے کے مقابل ہے۔ اور عزت والی تمام چیزوں میں برابر کا بدلہ ہے۔ پس جو زیادتی کرے تم پر۔ اتنی زیادتی تم بھی اس پر کرو جتنی تم پر کی گئی۔ گویا اگر وہ عزت والی چیز کی بےحرمتی کریں۔ تو تم بھی اتنی کر سکتے ہو۔

اسکی دوسری مثال مسجد حرام کی ہے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو جسے اپنا گھر قرار دیا۔ بہت ہی معزز بنایا ہے۔ اور اسکی عزت قائم کرنے کے لئے انسان تو انسان حیوانات کو بھی چھوڑ کر نباتات تک کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا۔ اتنی معزز چیز کہ جس میں ایک پتا بھی توڑنا منع ہو۔ اس میں ایک وقت میں ایک انسانی جان نہیں ہزاروں جانیں گاجر مولی کی طرح کاٹنی نہ صرف جائز بلکہ مستحسن نہ بلکہ ضروری ہیں ہمارے بھولے معترضین کو اگر پتہ نہ ہو۔ تو میں بتائے دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتیٰ یقاتلوکم فیہ فان قٰتلوکم فاقتلوھم کذٰلک جزاء الکافرین۔ یعنی نہ لڑو ان سے عزت والی مسجد کے پاس یہاں تک کہ وہ لڑیں تم سے اسمیں پس اگر وہ لڑیں تم سے تو تم بھی قتل کرو ان کو کافروں کی یہی سزا ہے۔

ضمناً تیسری مثال بھی سن لیں۔ نتیجہ بعد میں عرض کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ تو اپنے بھائی ہارون کو ہاں اس ہارون کو جو خدا کا برگزیدہ نبی تھا۔ بنی اسرائیل پر خلیفہ یعنی نگران اور منتظم مقرر کر کے گئے۔ تو واپسی پر آ کر دیکھا۔ کہ بدبخت سامری اپنا وار کر چکا ہے اور قوم کی قوم کو خدا پرستی سے منحرف کر کے گوسالہ پرستی کی نحوست میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو آپ کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ اس اولوالعزم نبی نے جس کے مثیل ہمارے آقا و مولیٰ حضرت فخر رسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں۔ اپنے بھائی معمولی بھائی نہیں خدا کے کلام سے مشرف ہونے والے نبی اور رسول بھائی کی ریش مبارک کو جھنجھوڑا۔ اور آپ کے سر مبارک کے بالوں سے پکڑ کر آپ کو گھسیٹا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرماتا ہے۔ والقی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہٗ الیہ (اعراف) اس (موسیٰ) نے تختیوں کو ڈال دیا۔ اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے۔ کہ شاید بغل گیر ہونے کے لئے اپنی طرف کھینچتے ہوں گے۔ آگے فرمایا۔ قال ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ہارونؑ نے کہا۔ کہ اے میری ماں جائے۔ میری قوم نے مجھے کمزور گردانا اور قریب تھا۔ کہ مجھے قتل کر دیں۔ تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسی کا موقعہ نہ دے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی حرکت کی۔ جو دشمنوں کی نظر میں حضرت ہارون ؑ کو گرانے والی اور انہیں خوشی کا موقعہ دینے والی تھی۔ دوسری جگہ حضرت ہارونؑ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ قال یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی۔ میری ڈاڑھی اور سر سے مت پکڑ اے میری ماں جائے۔

اب ہمارے معترضین صاحبان اندازہ لگائیں۔ کہ پہلی اور دوسری مثال الشھر حرم اور مسجد الحرام کی ہے۔ کتنی بڑی عزت والی چیزیں ہیں۔ مگر جب دشمن کی طرف سے بیعزتی ہو۔ اور اس کے نتائج میں فتنہ۔ صدعن سبیل اللہ کفر باللہ جیسی قبیح باتیں پیدا ہوتی ہوں۔ تو ان کی عزت کو بھی برقرار نہیں رکھا جاتا۔ اور تیسری مثال تو اتنی واضح ہے۔ کہ جس میں کسی قسم کی چون و چرا کی بھی گنجائش نہیں۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ اگر ہمارے مخالف اس واقعہ کو غور سے دیکھیں اور سوچیں۔ تو ان کے لئے شبہات کی وادیوں میں بھٹکنے کی بجائے بہت کچھ بصیرت کا سامان موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی ہتک ہوتے دیکھی۔ تو ایک نبی کی ہتک کو انہوں نے معمولی بات سمجھا۔ اور پھر اس کے بالمقابل سامری کی اتنی بے عزتی نہیں کی۔ جتنی اپنے بھائی ہارونؑ نبی کی۔ اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوا اصل مضمون عرض کرتا ہوں۔

میرے نزدیک قرآن کریم کی اس تعلیم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اگر عزت والی چیز کی بے عزتی کسی کی طرف سے ہو۔ تو اسکی عزت والی چیز کی بیعزتی نہ صرف جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔ اور البادی اظلم کے مطابق اس کا وبال ابتدا کرنیوالے پر پڑیگا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم اپنے باپوں کو گالیاں مت دو۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ۔ کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے باپ کو گالی دے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ جب تم کسی کے باپ کو گالی دوگے۔ تو وہ بھی تمہارے باپ کو گالی دے گا۔ اور اس طرح گویا تم اپنے باپ کو گالی دیتے ہو۔ میرا چیلنج ہے۔ کہ کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی اس اصول کو نہیں توڑ سکتا۔ اگر کسی میں ہمت ہے۔ تو اسے توڑ دکھائے ودونہ خرط القتاد۔

عیسائیوں نے جب پیہم اور پے در پے ذاتِ مقدس نبویؐ پر حملے کئے۔ اور حد سے زیادہ اپنی خبث باطنی کا اظہار کیا۔ اور کوئی عیب اور کوئی نقص ایسا نہیں جو ہمارے برگزیدوں کے سردار آقائے نامدار محمد صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف منسوب نہ کیا ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل پھانسی پر سسک سسک کر بقول ان کے جان دینے والے کو بڑا ثابت کرنے کی انتہائی کوشش نہ کی ہو۔ تو اس وقت ہمارے ہادی اور آقا سے جن کا یہ قول ہے۔ ؎ "جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است" جن کا یہ ترانہ ہے ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یہ برداشت نہ ہو سکا۔ اور انتہائی رنج و الم اور کرب و بلا کی حالت میں عیسائیوں کو ان کے گھر تک پہنچایا۔ حضور کی تکلیف کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل حوالے سے لگا سکتے ہیں۔ سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر فرماتے ہیں:۔ "کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں۔ اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ جو آل رسول کہلاتے تھے۔ وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے۔ اور اس قدر بد گوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں۔ اور شائع کی گئیں۔ کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے۔ کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے۔ اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں۔ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے۔ اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے۔ تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا۔ اور اسقدر کبھی دل نہ دکھتا۔ جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم کی کی گئی دکھا۔"

پادری فتح مسیح کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اب ہم یہ خط بطور نوٹس کے آپ کو بھیجتے ہیں۔ کہ اگر پھر ایسے ناپاک لفظ آپ نے استعمال کئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ناپاک تہمت لگائی۔ تو ہم بھی آپ کے فرضی اور جعلی خدا کی وہ خبر لیں گے۔ جس سے اسکی تمام خدائی ذلت کی نجاست میں گرے گی۔ اے نالائق کیا تو اپنے خط میں سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو زنا کی تہمت لگاتا ہے۔ اور فاسق و فاجر قرار دیتا ہے۔ اور ہمارا دل دکھاتا ہے۔ ہم کسی عدالت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اور نہ کریں گے۔ مگر آئندہ کے لئے سمجھاتے ہیں۔ کہ ایسی ناپاک باتوں سے باز آجاؤ۔ اور خدا سے ڈرو۔ جس کی طرف پھرنا ہے۔ اور حضرت مسیح کو بھی گالیاں مت دو۔ یقیناً جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت برا کہو گے۔ وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائیگا۔" نور القرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۳۔

اے حجرہ نشین بزرگو اور اے گوشہ نشین زاہدو اے فقیہو اور عالمو خدارا ذرا سوچو۔ کیا اس قدر آنحضرت صلعم سے محبت کرنے والا اور ذات مقدس نبوی پر فدا ہونے والا اور بھی کوئی شخص تم نے دیکھا ہے۔ جو رات دن تمہاری مخالفتوں کا نشانہ ہے۔ یا تمہارے اپنے ہی دل میں اس سے چوتھائی نہیں دسواں حصہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ جتنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تھی؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ہم تمہارے ان لمبے چوڑے دعووں کو کیا کریں۔ جو حقیقت سے خالی ہوں تمہارے ان خیالات کو کیا کریں۔ جو بے معنی ہوں۔ تم نے عیسٰی پرستی کو بہت تقویت پہنچائی اور اس کے خدا بنائے جانے میں بڑی مدد دی۔ سچ ہے ؎

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

عیسٰی پرستی میں تم نے عیسائیوں سے بھی آگے قدم رکھا۔ وہ اپنے خدا کے مرنے کے قائل۔ تم اسکو ابدی زندگی دینے والے۔ وہ اپنے خدا کو دکھ اٹھانیوالا ثابت کرنے والے تم اس کے برعکس ثبوت دینے والے۔ وہ اسے کھانے پینے والا۔ شراب وغیرہ استعمال کرنے والا ماننے والے۔ تم اس پر اوروں سے جھگڑنے والے کب تک تمہاری یہ رفتار جاری رہے گی۔ اب تو زمانہ بھی بدل گیا۔ مگر تم نے اپنی روش نہ بدلی۔ قاتلھم اللہ انی یؤفکون۔

آپ نے اعتراض کیا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو شراب پینے والا کہا گیا ہے۔ بے شک یہ سچ ہے کہ وہ شراب کو استعمال کرتے تھے۔ اور یہ امر واقعہ کا اظہار ہے۔ غلط بیانی نہیں۔ عیب جوئی نہیں۔ مسلمات خصم کی بنار پر ایسا کہا گیا ہے۔ چنانچہ پادری عماد الدین خزانۃ الاسرار تفسیر انجیل متی مطبوعہ لدھیانہ مشن پریس ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۱۸۷ باب ۱۱ آیت ۱۹ سطر ۱۷ پر لکھتے ہیں:۔ "یعنی اس (مسیح) کو انہوں نے شرابی کہا۔ کیونکہ مسیح نے شراب بھی پیا ہے۔ کیونکہ اس ملک کا دستور تھا۔۔۔۔ توراۃ میں شراب پینا منع نہیں تھا۔ مگر صرف نذری کو منع تھا۔ سب پیغمبروں نے شراب پی ہے۔ اور عیسائیوں کو بھی شراب پینا منع نہیں"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسٰی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی پرانی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانو تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں۔ تم مسلمان کہلا کر کس کی پیروی کرتے ہو۔ قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھیراتا۔ پس تم کس دستاویز سے شراب کو حلال ٹھیراتے ہو کیا مرنا نہیں ہے"۔ کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۶۵ اس حوالہ کے جلی الفاظ سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی کو شراب پینے والا کہنا صرف انجیلی بیان کے مطابق ہے۔ ہمارے مخالفوں کو تو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ انجیل وغیرہ عیسائی معتقدات اور اسلامی مسلمات کی بنار پر چونکہ شراب پہلے منع تھی۔ اور سخت بری اور قبیح تھی۔ اس لئے اس کا پینا ایک نبی کی طرف منسوب کرنا اسکی ہتک کرنا ہے۔ تب تو ایک بات بھی ہے۔ ورنہ یوں ہی بعض عوام دیگر لوگوں کو بھڑکانا اور عوام الناس کو اکسانا کہاں کی دانائی اور کہاں کا تقوٰے ہے۔ اس کے برعکس انجیل شراب کو حلال ٹھیراتی ہے۔ عیسائی اسے اچھا سمجھتے ہیں۔ اور تو اور ہمارے بزرگوں نے بھی لکھا ہے۔ کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں شراب حرام نہیں تھی۔ یہ صرف امت محمدیہ پر حرام کی گئی (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۷۰)

باقی جس قدر حوالجات حافظ صاحب نے انجام آتھم وغیرہ سے دیئے ہیں۔ وہ سب عیسائی مسلمات کی بنار پر ہیں۔ اور اصلی عیسائیوں کو ان پر اعتراض تو الگ رہا۔ چوں تک کرنے کی طاقت نہیں۔ رہا دادیوں نانیوں کے زناکار ہونے کا حوالہ جہلاء کو ضرور بھڑکانے کا موجب ہو سکتا ہے۔ مگر اس کا بھی اللہ تعالےٰ نے یہ انتظام کر دیا ہے کہ عیسائیوں نے خود اس کو تسلیم کیا ہے۔ اور اپنے مزعومہ خدا کے لئے اسے فخر قرار دیا ہے۔ چنانچہ پادری عماد الدین صاحب اپنی تصنیف "خزانۃ الاسرار" انجیل متی کی تفسیر کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں "ان آیات میں چار عورتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ جن میں سے دو ضرور غیر قوم سے تھیں۔ یعنی راحاب و روت لیکن تمر میں شبہ ہے یہودی عورت تھی۔ یا غیر قوم پر بنت سبع یہودی ان چار میں تین گنہگار ہیں۔ جن پر زنا کا داغ لگا ہوا ہے۔ راحاب تو کسبی تھی (یشوع ۲۔۱) اور تمر بھی حرامکار تھی۔ (پیدائش ۳۸۔ ۱۶ سے ۳۰) بنت سبع بھی بدکار تھی۔ اس نے داؤد سے زنا کیا تھا۔ (۲ سموئیل ۱۱۔ ۲) یہاں سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح خداوند نے گنہگاروں کے سلسلہ میں آنے کی نفرت نہیں کی۔ اور یہ کہ وہ غیر قوم اور نیک اور بد سب کے لئے آیا۔ اور یہ اس کے فضل سے ہوا"۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ کہاں اصلی عیسائی اور کہاں ان کی ان باتوں پر خوشی اور فرحت اور کہاں آپ کی عبوست اور نفرت اور واویلا۔ جب کہ حضرت مسیح موعود عم نے یہاں تک فرما دیا۔ کہ "ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی مسیح مراد لیا ہے اور خدا تعالےٰ کا ایک عاجز بندہ عیسٰی بن مریم جو نبی تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد چہارم صفحہ ۶۵ و ۶۶) تو پھر خواہ مخواہ اعتراض کرتے چلے جانا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد چہارم صفحہ ۶۵ و ۶۶)

پس یہ سب کارروائی عیسائیوں کے اعتراضات اور حملوں کے جواب میں کی گئی۔ اور ہر باغیرت اور باحمیت انسان کو ایسے ہی کرنا چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ اسی اخبار تنظیم میں مولوی ثنار اللہ صاحب پر حملہ کے متعلق تو یہاں تک لکھ دیا گیا۔ کہ "جماعت متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ مولٰنا ثنار اللہ صاحب پر جو حملہ اہل شرک و بدعت نے کیا۔ یہ ان کی ذات تک محدود نہیں۔ بلکہ یہ حملہ تمام جماعت پر ہے۔ بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے چلیئے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہی مخالفت ہے۔ جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم سے روا رکھی گئی۔ یہ وہی شرارت ہے جو سیدنا عمر فاروق حضرت عثمان اور حضرت علی کی شہادت کا موجب ہوئی۔ یہ وہی کمینگی ہے۔ جس کا نتیجہ آج ایک مدت پہلے شہادت سیدنا حضرت امام حسین رضؓ ظہور پذیر ہوا۔ ہاں ہاں یہ وہی فتنہ ہے۔ جس نے سید شہدار ہند حضرت عارف باللہ سید اسمٰعیل رح نے جام شہادت نوش فرمایا۔۔۔۔۔ یہ اسی پروگرام کی مخالفت ہے۔ جو مطابق منشا خالق ارض و سمٰوات غار ثور سے شروع کیا گیا۔ اور عرفات کے میدان میں طائف کے کوچوں سے پورا کر کے امت محمدیہ کے سامنے پیش کیا جانے کے بعد اسکی تکمیل کا ذمہ وار ایک جماعت کو بنا دیا گیا" (تنظیم مجریہ ۱۴؍۷ جنوری صفحہ ۹ کالم ۳)

اب ایک مولوی پر حملہ کرنے والے بلکہ اس کے اس فعل میں اس کے دوسرے ہم عقیدہ لوگوں کو بھی کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ اور کس قدر جوش و غضب کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ دم تحریر غار حرا کو بھی غار ثور لکھ دیا گیا۔ اور اسے رسول عربی اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ملا دیا گیا۔ مگر جب عیسائی اس سے بڑھ کر ایک مرتبہ نہیں ہزاروں مرتبہ سید ولد آدم فخر انبیاء علیہم السلام پر حملہ کرتے ہیں۔ تو ان مدعیان حب رسول کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ان کا حرکت میں آنا تو الگ اگر کوئی سچا عاشق رسول عربی مدافعت بھی کرے۔ تو اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ حیف اور تف ہے اس ذہنیت پر اور صد افسوس اور ہزار نفریں ہے ان کے اس جمود پر۔ خدا ان کی آنکھیں کھولے۔ بیشک ہم بھی مولوی ثنار اللہ صاحب پر اس حملہ کو ایک مذمومہ فعل سمجھتے اور اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر کیا اپنے مقتدا اور ہادی و رہبر پر جو حملہ ہو۔ اس پر خاموش رہنا اور جواب دینے والے کو مطعون گردانتا کہاں کی شرافت اور بزرگی ہے۔ جس طرح مولٰنا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی اور دوسرے متکلمین نے عیسائی طرز خطاب کو دیکھکر ان پر جوابی حملے کئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی الزامی جوابات دیئے۔ اور عیسائیوں کی کمر تک توڑ کر رکھ دی۔ اب وہ اسقدر شوخی اور بد زبانی برملا نہیں کر سکتے۔ جو وہ پہلے کیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارے سید و مولیٰ صلعم کی عزت اور شان میں اب وہ اتنی گستاخی نہیں کرتے۔ جو پہلے انکا محبوب مشغلہ تھا۔ اس مضمون کے اور مختلف پہلوؤں کو طوالت کے

خوف سے چھوڑتا ہوا اس اشاعت میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاروق کی اگلی اشاعت میں "تنظیم" کے دیگر حوالجات کا جو ۱۱ ۔۔۔ دیگر انبیاء آنحضرت صلعم صحابہؓ اور علمار کرام کی ہتک ہے۔ ایک نئے رنگ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لاہور میں شورش کی شورش

بقر عید کے روز مسٹر عبد الکریم شورش کاشمیری سکرٹری اتحاد ملت اپنے ۱۸ ساتھیوں سمیت جلوس کی شکل میں انار کلی بازار سے گزرتا ہوُا نیلا گنبد کے راستہ سے سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم کی کوٹھی کو جانے کے لئے مال روڈ کی طرف بڑھا۔ لیکن جونہی جلوس وائی۔ ایم۔ سی ہال اور مشن کالج کے قریب پہنچا۔ تو پولیس کی عظیم جمعیت بھی لاریوں میں وہاں پہنچ گئی۔ جس نے جلوس کو روک لیا۔ اس اثنا میں مزید پولیس افسر بھی موقعہ پر پہنچ گئے۔ پولیس کے روکنے پر رضا کار زمین پر بیٹھ گئے۔ پولیس افسروں نے حکم دیا۔ کہ جتھا کے آگے جانے سے نقضِ امن کا اندیشہ ہے۔ جتھا کے ارکان منتشر ہو جائیں۔ ورنہ انہیں گرفتار کر لیا جائیگا۔ لیکن ارکان جتھا نے جواب دیا۔ کہ ہم سر سکندر حیات خاں کے پاس ضرور جائیں گے۔ بعد ازاں جتھا کے لیڈر مسٹر شورش نے سب کو زمین پر لیٹ جانے کا حکم دیا۔ جلوس والے اشتعال انگیز اور بے ہودہ نعرے لگا رہے تھے۔ چونکہ جمعہ کا وقت تھا۔ ایک رضا کار نے وہیں کھڑے ہو کر اذان کہہ دی۔ اذان ختم ہونے پر پولیس افسروں نے جتھے کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ اس کو مجمع خلاف قانون قرار دیا گیا۔ اور سات سات کانسٹیبلوں نے ایک ایک رضا کار کو اٹھا کر جیل لاری میں ڈالا۔ اس کام پر پولیس کے ۲۰ منٹ صرف ہوئے۔ جب پولیس رضا کاروں کو اٹھاتی تھی۔ تو وہ اللہ اکبر۔ مسجد شہید گنج زندہ باد۔ سر سکندر مستعفی ہو جاؤ وغیرہ کے نعرے لگاتے تھے۔ اخیر میں شورش کاشمیری اور صوفی عنایت محمد پسروری کو زیر دفعہ ۱۵۱ تعزیرات ہند گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد جلوس اخبار انقلاب کے دفتر پہنچا منیجر نے دروازے بند کر لئے۔ جلوس آدھ گھنٹہ تک دفتر کے دروازہ پر سیاپا کرتا رہا۔ پھر آگے کو چل دیا۔

جلوس والوں کا مطالبہ تھا۔ کہ مسلم وزرائے پنجاب مستعفی ہو جائیں۔ لیکن اُن کی طرف سے یہ معقول عذر پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ نہ ہم تمہارے مشورہ سے وزیر بنے۔ نہ تمہارے مشورہ سے مستعفی ہوں گے۔ (پیسہ)

شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اور ان کے تین ساتھیوں پر پولیس کی طرف سے دائر کردہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ کی سماعت ۱۶ر فروری کو اے۔ ڈی۔ ایم گورداسپور کی عدالت میں ہوئی۔ صفائی کے گواہوں کی شہادت ہو کر ۲۵ر فروری آئندہ پیشی مقرر ہوئی ہے۔

مستورات کا کالم

عورت اور جلتے ہوئے پروانے

سن سکتے تو کہدیتی میں ان سے کہ "دیوانو"
کیوں جاں گنواتے ہو تم عشق کو کیا جانو
اس طرح سے جل مرنا کیا یہ کوئی جرأت ہے
خود جاں گنوا دینا۔ کیا یہ بھی شجاعت ہے
تم روز کے جلنے سے ڈرتے تھے اگر اتنا
کیوں حوصلہ کر بیٹھے بے خوف و خطر اتنا
عشق اور محبت کو پروانوں سے کیا نسبت
اس جذبۂ عالی کو حیوانوں سے کیا نسبت
بس جاؤ بھی کیا حاصل بے سود حماقت سے
الفت کا سبق سیکھو جا کر کسی عورت سے
کیا شے ہے غم الفت یوں کیسے میں سمجھاؤں
ہاں دل میں کبھی میرے آجاؤ تو دکھلاؤں
اک سل سی گویا ہوتی ہے چھاتی پہ دھری ہر دم
راحت جسے کہہ لیجے عشق ایسی مصیبت ہے
اس غم میں مسرت ہے اس درد میں لذت ہے
آتا ہے مزہ اسمیں کہنے کو چسک سی ہے
ہم معنی لذت ہے دل میں جو کھٹک سی ہے
مرتی ہوں مگر پھر بھی ہوں زندہ ہی دنیا میں
جیتی ہوں مگر کیونکر؟ مرنے کی تمنا میں
خود ہاتھ بھلا مر کر کیوں زیست سے دھو بیٹھوں
یہ درد تو راحت ہے کیوں اس کو بھی کھو بیٹھوں
جل مرتے ہو تم لیکن خود شمع بھی جلتی ہے
سوزِ غمِ الفت سے پہلے وہ پگھلتی ہے
مٹ جاتے ہیں جلتے ہی اندوہ والم سارے
کر لیتے ہو دم بھر میں تم دُور وہ غم سارے
یہ شمع مگر شب بھر یوں ہی پڑی جلتی ہے
چپ رہتی ہے یا دل سے بس آہ نکلتی ہے
گھبراتی نہیں وہ بھی تکلیف و مصیبت سے
شاید کہ وہ واقف ہے آداب محبت سے
عورت کا مگر درجہ اس سے بھی فزوں تر ہے
ہو ماں تو وہ بچوں پر ہر وقت نچھاور ہے
بیٹی ہو تو ہر لحظہ ماں باپ پہ قرباں ہے
خواہر ہو تو پھر صدقے بھائی پہ دل و جاں ہے
بیوی ہو تو پھر اس کے جذبات کا کیا کہنا
دن رات کا غم سہنا غم سہہ کے بھی خوش رہنا
اوروں کے لئے اپنی ہستی کو فنا کرنا
اوروں کے لئے جینا اوروں کے لئے مرنا
رستوں پہ محبت کے چلتے اسے دیکھا ہے
مُردوں کے لئے زندہ جلتے اسے دیکھا ہے
غم کھا کے وہ جیتی ہے غم کھانے کو جیتی ہے
مٹ جانے پہ مرتی ہے۔ مر جانے کو جیتی ہے
دن رات ستم سہہ کر اُف تک وہ نہیں کرتی
گو جیتی ہے مر مر کر پھر بھی وہ نہیں مرتی

(ماخوذ)

طبی کالم

حصول صحت اور طاقت کے اصول

غذا۔ غذا سادہ کھاؤ۔ جب خوب بھوک لگے اس وقت کھاؤ۔ تحریک پیدا کرنے والی غذائیں نہ کھاؤ۔ بلکہ صرف طاقت برقرار رکھنے والی چیزیں کھاؤ۔

کھانا آہستہ آہستہ کھاؤ۔ اور گھڑی گھڑی مت کھاؤ۔ چبا کر کھاؤ۔ اور کھانے میں سستی نہ کرو۔ تھکے ہوئے ہو۔ تو کھانا مت کھاؤ۔ بہتر ہے۔ کہ تھوڑی دیر آرام کر لو۔ اور جب بھوک لگے۔ تو کھاؤ "کھاؤ آہستہ اور چباؤ خوب" کا مقولہ یاد رکھو۔ ہر لقمہ کو اس قدر چباؤ۔ کہ وہ باریک ہو جائے۔ یہ بات خوب یاد رکھو۔ کہ جو لقمہ سخت اور خشک آپ کے معدہ میں گیا ہے۔ ہضم میں فتور پیدا کرے گا۔ ہر قسم کے کھانوں میں اعتدال پیدا کرو۔ عام طور پر ایک وضع کے کھانے کھاؤ۔ یہ بات خوب یاد رکھو۔ کہ ہر دانہ غذا کا جو تمہارے جسم میں جاتا ہے۔ نظام عصبی اور نظام عضلاتی پر اچھا یا بُرا اثر چھوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے کھانے میں باقاعدگی اور پابندی وقت و تناسب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنے کھانوں کو ڈھک کر رکھو۔ تاکہ ہوا کے جراثیم۔ خاک دھول۔ مکھیاں ہوائی کیڑے ان پر پرورش نہ کر سکیں۔ کھانے کی چیزیں جو کھلی رکھی ہوں۔ مت کھاؤ۔ خاص کر وہ چیزیں جن کا رنگ۔ مزا اور بو بدل گئی ہو۔ موسمی چیزیں اس کے موسم میں ضرور کھاؤ۔ اور خوب کھاؤ۔

کھانا پکانا بھی ایک ضروری بات ہے۔ جس کی طرف سے ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ ترکاریوں کو ابالنے یا پکانے کے لئے اسی کے پانی کو جو ابالنے کی حالت میں نکلے۔ استعمال کرنا چاہیئے۔ اور اسی قدرتی پانی میں اسے پکنے کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے کھانے کم پکے ہوئے نہیں ہوں۔ بلکہ ایسے ہوں کہ آپ کے معدہ کو ہضم کرنے میں زیادہ پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ جن غذاؤں میں نشاستہ کے اجزا ہوں۔ انہیں خاص طور پر بھوننا چاہیئے۔ پانی مت ڈالو۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ پانی جو ترکاریوں اور پھلوں میں سے نکلتا ہے وہ بجائے خود اس قدر ہاضم ہوتا ہے۔ کہ اگر انہیں کے اسی پانی میں وہ پکائے جائیں۔ تو بہترین ہیں۔ یا دوسرے پھلوں یا سبز ترکاریوں کا پانی یا رس ملا کر انہیں پکایا جائے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ قدرتی پانی کو کھانا پکانے میں زیادہ استعمال کرنا چاہیئے۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ بیرونی پانی استعمال کریں۔

پکانے کا پانی۔ اگر اُبلا ہوُا یا مقطر ہو۔ تو بہت ہی اچھا ہے۔

جسم کے لئے پانی۔ آپ کے جسم میں جس قدر پانی کی ضرورت ہے۔ اسے برابر پہنچاتے رہیئے۔ قدرتی پانی کے علاوہ پھل ترکاریوں کے رس اور پانی زیادہ استعمال کیجئے۔ اگر مقطر پانی پینے کے لئے نہ مل سکے۔ تو اس مقصد کے لئے اُبلا ہوُا پانی ضرور استعمال میں لانا چاہیئے۔

پانی کے برتن۔ ڈھکے ہوئے ہونے چاہئیں۔ اور کسی ایک برتن میں زیادہ عرصہ تک پانی نہ رکھا کیجئے۔ تجربہ اور مقامی موسمی حالات بتائیں گے۔ کہ کس برتن میں کتنے عرصہ تک پانی رکھنا صحت کے لئے مفید یا مضر ہے۔ مگر برتن کے منہ کو ڈھکنا ہر حال ضروری ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھیئے۔ کہ صفائی اور دھونے دھلانے کا پانی الگ ہو اور پینے کا پانی الگ ہو۔ بہتر تو یہ ہے۔ کہ کنوئیں کا پانی ابال کر پینے کے برتنوں میں علیحدہ رکھا جائے۔ اور نلوں کا پانی صفائی اور دیگر استعمال کے لئے رکھا جائے۔ اس بات کا بھی خیال رکھیئے۔ کہ نلوں میں رات بھر جمع رہنے یا کافی عرصہ تک بند رہنے والا پانی تھوڑی دیر کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ جب سب پانی بہ جائے۔ اور تازہ پانی آنے کا اندازہ ہو جائے۔ تو دھونے دھلانے کے لئے یا پینے کے لئے اس میں سے بھر لیا جائے۔ پانی کے برتن وصراحیاں۔ ٹھنڈا کرنے کے بجلی کے آلے۔ فلٹر وغیرہ چیزیں بالکل صاف رہیں۔

جسمانی تکان کے لئے آرام کریں۔ اور اپنے جسم کی توانائی اور طاقت کو بے عقلی سے ضائع نہ کریں۔

کمر کے بل سونا چاہیئے۔ اس کی طرف سے لوگ اکثر غافل رہتے ہیں۔ کمر کے بل سونے سے بہت سے امراض کا خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے۔ آپ کے اعضاء ڈھیلے رہنے چاہئیں۔ کسی قسم کا بند یا کسی ہوئی چیز آپ کے جسم کے گرد نہ ہونی چاہیئے۔ اور جب آپ سوئیں۔ تو اپنے جسم کو اکڑنے نہ دیں۔ منہ بند رکھیں تو اچھا ہے۔ نصف شب ایک کروٹ سے اور نصف شب دوسری کروٹ سے سونا بہتر ہے۔ اگر آرام کے ساتھ آپ بغیر کسی تکیہ یا سہارے کے سو سکیں۔ تو اس سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے۔

سونے کے گھنٹے اس قدر ہونے چاہئیں۔ جس قدر آپ کو اپنی صحت اور تکان کو دور کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوں۔

بستر سے فوراً اٹھنا چاہیئے۔ آنکھ کھلنے کے بعد بہت سے آدمی بستروں پر سستی کی وجہ سے لیٹے رہتے ہیں اگر آپ تر و تازہ ہیں۔ اور اطمینان محسوس کر رہے ہیں۔ تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بستر سے فوراً اٹھ بیٹھنے کی عادت ڈالیئے۔

غیر قدرتی روشنی۔ کا استعمال جس قدر بھی کم کیا جائے بہتر ہے۔ خصوصاً رات کو سوتے وقت

اجابت کے بارے میں کوئی خاص اصول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اس بات کے عادی ہو جایئے۔ کہ چوبیس گھنٹہ میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور نہایت صاف اجابت ہو جائے۔ ورزش اور غذا کا خیال رکھنے کی وجہ سے آپ کو اپنے معدہ کی صفائی کی طرف اطمینان ہو جائیگا

غسل۔ کے لئے مناسب ہے۔ کہ کم از کم ایک مرتبہ تو دن میں ضرور ہی کیا جائے۔ خواہ سرد ہو یا گرم۔ اس کا مدار صحت اور موسم پر ہے۔ تمام جسم کو خوب اچھی طرح پانی بہا کر صاف کرنا چاہیئے۔ اور ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور گرم پانی سے دھونا چاہیئے۔ سوائے ہاتھوں کے اور کسی جگہ کے لئے صابن استعمال کرنے کی عادت اگر چھوڑ دی جائے۔ تو صحت کی ترقی دیکھنے کے قابل ہوگی۔

ہوائی غسل۔ جب کبھی ممکن ہو۔ آفتاب اور ہوا کے سامنے اپنے سارے جسم کو خوب اچھی طرح غسل لینے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

کپڑے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ موسمی اور جغرافیائی حالات کی پابندی کے ساتھ کپڑے استعمال کرنے چاہئیں۔ گرمی کے موسم میں پسینہ جذب کرنے والے کپڑے زیادہ بہتر ہیں۔ اونی کپڑے جو رنگین نہ ہوں۔ اور جن میں سوتی بافت نہ ہو۔ نیچے پہننے کے لئے اور رنگین یا دھاری دار کپڑے اوپر کے استعمال کے لئے ہونے چاہئیں۔ اگر پسینہ محنت زیادہ کرنے کی وجہ سے زیادہ آتا ہو۔ یا موسم ہی ایسا ہے۔ تو ہفتہ میں ایک مرتبہ بنیان "انڈرویر" یا اور کپڑے جو نگاہ سے پوشیدہ رکھ کے پہنے جاتے ہیں۔ ضرور دھونے چاہئیں۔ رات کو کپڑے اس طرح الٹے کر کے پھیلا دینے چاہئیں۔ کہ وہ ہوا سے خشک ہو جائیں۔ آپ کے جوتے گیٹس۔ پیٹیاں۔ ہاتھوں کے تسمے۔ فیتے اور اسی قسم کی دیگر بندشیں ڈھیلی ہونی چاہئیں۔ تیل کے چکنے ہوئے کپڑے۔ ربڑ کی چیزیں جہاں تک ممکن ہو۔ نہ پہنیئے۔ اصول یہ ہونا چاہیئے۔ کہ جسم کو گرم رکھنے کے لئے سردیوں میں ایسا کپڑا پہنا جائے۔ کہ جن میں گرمی زیادہ ہو۔ اور کپڑوں کا وزن ہلکا ہو۔ گرمیوں میں ایسے کپڑے ہوں۔ کہ وہ پسینہ نہ روکیں اور پسینہ خشک کرتے رہیں۔ اور جسم کو ٹھنڈا رکھیں۔ کالے اور بہت گہرے رنگ کے کپڑے کم سے کم استعمال کیجئے۔ اوسطاً ۵ سے ۷ پونڈ وزنی کپڑے گرمیوں میں اور اوسطاً ۷ سے ۱۰ پونڈ وزن کے کپڑے جاڑوں میں جسم پر ہونے چاہئیں۔

ننگے پیر۔ آپ جس قدر ننگے پیر رہ سکیں۔ بہتر ہے۔ جہاں کہیں آرام اور حفاظت کے ساتھ ننگے پیر پھرنا ممکن ہو۔ یا صرف سلیپر۔ کھڑاؤں وغیرہ سے کام چل جائے۔ وہاں بوٹ اور شوز استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔

سونے کے کمرے میں سامان اور آرائش کی چیزوں کی زیادہ گڑبڑ نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر ایک ایک کمرہ میں ایک ایک بستر ہو۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ دو تین سے زیادہ آدمی ایک کمرہ میں بالعموم نہیں ہونے چاہئیں۔ خاص کر ایسی حالتوں میں جب کمرے بند کرنے پڑیں۔ پلنگ اگر لوہے کے فریم اور لچکدار اسپرنگوں کے ہوں۔ تو بہتر ہے۔ جن پر گھوڑے کے بالوں کا کمبل یا کوئی اور بستر یا چٹائی ہونی چاہیئے۔ نرم پروں کے گدگدے بستروں پر سونا صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ سونے کے کپڑے ہلکے ہونے چاہئیں چادر سفید ہو۔ تو بہتر ہے۔ پشمینہ کی چیزیں اوپر لیکر سونا یا بھاری بھاری لحاف یا کمبل لادنا۔ یا کھالیں اوڑھ کر سونا ٹھیک نہیں ہے۔ سونے کے کمرہ میں گیس لیمپ یا مٹی کے تیل سے جلنے والی چیزیں روشن انگیٹھیاں۔ شمعیں یا رات کی روشنیاں اور قندیلیں جلانا خطرہ سے خالی نہیں۔ رات کو سونے کی حالت میں پانی کم پینا چاہیئے۔ لیکن اگر ضرورت پڑ جائے تو پینے کے برتن اور پانی ڈھکا ہوا قریب ہی ہونا چاہیئے۔

باقاعدہ ورزش۔ گویا صحت و توانائی کا بیمہ ہے۔ روزانہ باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ ورزش کیجئے۔ جب تکان محسوس ہو۔ تو ورزش چھوڑ دی جائے۔ گہرے سانس لینے کی عادت ڈالیئے۔ منہ کی بجائے ناک سے لیجیے اور گہرے سانس لیا کیجیے بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی حالت میں سینہ تنا ہوا ہونا چاہیئے۔ جھک کر لکھنا یا پڑھنا آنکھ اور پھیپھڑوں کے لئے مضر ہے۔ کئی میل پیدل چلنا اور تھکنے سے پہلے واپس چلے آنا صحت و تندرستی کے لئے بہت مفید ہے۔

دماغ کو تر و تازہ اور توانا رکھنے کے لئے روزانہ کچھ نہ کچھ دماغی کام جاری رکھیئے۔ حافظہ کو قائم رکھنے والی باتیں۔ معمے حل کرنے کی عادت مطالعہ اور تحریری کام دماغ کو زندہ اور بکار آمد رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

تازہ کھلی ہوا اور روشنی میں آپ جس قدر وقت صرف کر سکیں۔ بہتر ہے۔ اور اس کے لئے آپ کو کھلی جگہوں پر رہنا اور آنا جانا چاہیئے۔

کام میں لگے رہنا صحت اور تندرستی کی حفاظت کے لئے ضروری چیز ہے۔ کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ نو گھنٹے اپنے آپ کو کسی مفید اور بے ضرر کام اور شغل میں مصروف رکھو۔ ماخوذ

درخواست دعا۔ چودھری اللہ بخش صاحب مالک اللہ بخش سٹیم پریس کے چھوٹے لڑکے کو دیوانے کتے نے کاٹا ہے۔ احباب اسکی صحت و زندگی کے لئے خاص طور پر دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

کڑیانوالہ۔ علاقہ بار میں ایک ہندو عورت نے اپنی عصمت بچانے کے لئے ۳۔ آدمیوں کو قتل کر دیا۔ حالات یہ ہیں۔ کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے سسرال جارہی تھی۔ کہ راستہ میں ایک جگہ وہ رات بسر کرنے کے لئے ایک مکان پر ٹھیرے۔ مالکان سکھ تھے۔ انہوں نے رات کو اس کے خاوند کو قتل کر دیا۔ اور عورت سے چھیڑ خانی کی۔ عورت کے ہاتھ چھوی لگ گئی اس نے تین آدمیوں کو قتل کر دیا۔ پولیس پہنچ گئی۔ خاوند کی لاش کا جب پتہ لگایا گیا۔ تو عورت نے اسے دیکھ کر چیخ ماری۔ اور وہیں بیہوش ہو گئی۔ اور دم نکل گیا۔

— دریائے چناب میں ایک کشتی میں ایک اونٹ بے قابو ہو گیا۔ چالیس آدمی غرق ہو گئے۔ ۱۳ آدمی جو تیرنا جانتے تھے۔ وہ بچ گئے۔

— یو۔پی دیہات سدھار کے لئے ایک کروڑ روپیہ مخصوص کیا جائے گا۔

— مہاراجہ پٹیالہ کے دست بردار ہو جانے کی افواہ ہے۔

— پنڈت جواہر لال کانگرس اجلاس کے بعد یورپ جائیں گے۔

— ریلوے کے بجٹ میں ۲½ کروڑ کا منافع ہے

— یو۔پی اور بہار کی کانگرسی وزارتوں نے تشدد پسند سیاسی قیدیوں کو رہا کرنا چاہا۔ لیکن گورنر جنرل نے مداخلت کر کے دونوں صوبوں کے گورنروں کو اس کی اجازت نہ دینے کی ہدایت کی چنانچہ اسی بنا پر ۱۵ فروری کو دونوں وزارتیں مستعفی ہو گئیں۔ ابھی وزراء کے استعفے منظور نہیں ہوئے۔ گورنر یوپی نے نواب چھتاری اور گورنر بہار نے کولیشن پارٹی کے لیڈر کو وزارتیں مرتب کرنے کی دعوت دی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ دونوں انکار کر دیں گے۔ مہاتما گاندھی اور دوسرے لیڈروں نے دونوں وزارتوں کو مبارکباد کے پیغام بھیجے ہیں۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی نے تمام کانگرسی وزیر اعظموں کو وٹھل نگر بلایا ہے مہاتما گاندھی نے گورنر جنرل کی اس مداخلت کو حد درجہ افسوسناک اور غیر ضروری قرار دیا ہے۔ اور خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ گورنر جنرل اپنا قدم واپس لے لیں۔ اور اس نازک مرحلہ کا تدارک کریں۔ ورنہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ مزید یہ کہ ہمارے وزیروں کو تخت سے اتار دیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں اسکی پروا نہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے اعلان کیا کہ آزادی کے لئے خوفناک جنگ ہوگی۔

— رود بار انگلستان کے نیچے ۳۸ میل لمبی سرنگ نکالی جائے گی۔

— ایک سیاح عورت کا بیان ہے۔ کہ زار روس ابھی زندہ ہے۔

— ہندوستان میں مزید براڈکاسٹنگ سٹیشن کھولے جائیں گے۔

— وزیرستان کی مہم پر گورنمنٹ کا ایک سو چرانوے (۱۹۴) لاکھ روپیہ خرچ آچکا ہے۔

— حکومت برما ہندوستانی فوجوں کے لئے گیارہ لاکھ روپیہ سالانہ دیتی ہے۔

— وزیر اعظم نے انڈیا ایکٹ میں ترمیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

— فرنٹیئر اسمبلی میں بے روزگاری کو دور کرنے کے لئے صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے بل پیش کیا جائیگا۔

— وٹھل نگر میں کانگرس کا اجلاس زور شور سے شروع ہے۔

— سبھاش بابو کا ۵۱ بیلوں کے شاہی رتھ پر جلوس نکالا گیا۔

— بنکوں نے افغانستانی نوٹ لینے سے انکار کر دیا۔

— محکمہ تعلیم ریاست ٹراونکور نے اعلان کیا ہے کہ پسماندہ اقوام کے شدھ شدہ عیسائی والدین کے طلباء کو جو سکولوں و کالجوں میں تعلیم حاصل کریں گے۔ پوری فیس ادا کرنی پڑیگی۔ لیکن ان طلباء کی فیس معاف کر دی جائیگی۔ جو ہندو دھرم میں ہی رہیں گے۔

— عیسائیوں کے رسالہ "المائدہ" کے جنوری کے اشوع میں ایک مضمون "ہندو دھرم کے دس رتن" شائع ہوا تھا۔ گورنمنٹ پنجاب نے وہ پرچہ جس میں یہ مضمون شائع ہوا تھا۔ ضبط کر لیا۔ اور پانچ صد روپے بطور ضمانت جمع کرانے کا حکم دیا گیا۔

— سر آغا خاں کی بغداد میں ماں مر گئی۔ اس خبر کو سنکر سر موصوف اپنی بیوی سمیت بذریعہ ہوائی جہاز مصر سے بغداد پہنچے۔ لیکن ذرا دیر سے آدھ گھنٹہ پہلے والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ آپ کے پاس چونکہ اپنی والدہ محترمہ کے جنازہ کے ساتھ شامل ہونے کے لئے فالتو وقت نہ تھا۔ اسی لئے اسی وقت واپس لوٹ آئے مصر کو۔